جلد 15 شمارہ 10 ماہ اکتوبر 2013ء ذی القعد / ذی الحج 1434ھ

ماہنامہ

فلاحِ آدمیّت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا تعارف اور اغراض و مقاصد

- سلسلہ عالیہ توحیدیہ ایک روحانی تحریک ہے جس کا مقصد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق خالص توحید، اتباع رسول، کثرت ذکر مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تعلیم کو فروغ دینا ہے۔
- کشف و کرامات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے قرب و عرفان اور اس کی رضا ولقاء کے حصول کو مقصود حیات بنانے کا ذوق بیدار کرنا ہے۔
- حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی پیروی میں تمام فرائض منصبی اور حقوق العباد ادا کرتے ہوئے روحانی کمالات حاصل کرنے کے طریقہ کی ترویج ہے۔
- موجودہ زمانے کی مشغول زندگی کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت مختصر اور سہل العمل اوراد واذکار کی تلقین۔
- غصہ اور نفرت، حسد و بغض، تجسّس و غیبت اور ہوا و ہوس جیسی برائیوں کو ترک کر کے قطع ماسواء اللہ، تسلیم و رضا عالمگیر محبّت اور صداقت اختیار کرنے کو ریاضت اور مجاہدے کی بنیاد بنانا ہے۔
- فرقہ واریت، مسلکی اختلافات اور لاحاصل بحثوں سے نجات دلانا۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی اہمیت کا احساس پیدا کر کے اپنی ذات، اہل و عیال اور احباب کی اصلاح کی فکر بیدار کرنا ہے۔
- اللہ تعالیٰ کی رضا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح و خدمت کے کام کو آگے بڑھانا اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی محبت بیدار کرنا اور روحانی توجہ سے ان کے اخلاق کی اصلاح کرنا ہے۔

ماہنامہ

فلاحِ آدمیت گوجرانوالہ

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح و فلاح کا علمبردار

فلاحِ آدمیت

بیاد
خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ
بانی سلسلہ

محمد صدیق ڈارؒ
بانی مجلہ
فلاح آدمیت
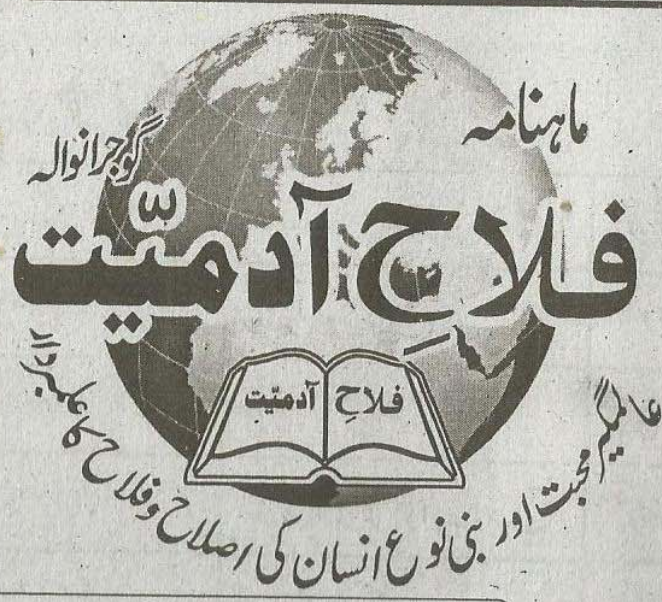
نگران و سرپرست اعلیٰ: محمد یعقوب توحیدی شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ

مدیر: احمد رضا خان 0321-6400942

نائب مدیر: سید رحمت اللہ توحیدی 0333-4552212

معاون مدیر: خالد محمود توحیدی 0300-7374750

مجلس ادارت

خالد مسعود، پروفیسر منیر احمد لودھی
ائیر کموڈور (ر) اعجاز الدین
پیر خان، عتیق احمد عباسی
ایم طالب، عبدالقیوم ہاشمی
پروفیسر غلام شبیر شاہد

شیخ سلسلہ و مدیر سے رابطہ
مرکز تعمیر ملت (ڈاکخانہ سیکنڈری بورڈ) وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ
Ph: 0344-9000042/055-3862835/055-4005431
فیکس نمبر: +92-55-3736841 ای میل: info@tauheediyah.com
Website www.tauheediyah.com

پبلشر عامر رشید انصاری نے معراج دین پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

قیمت شمارہ -/30 روپے — سالانہ فنڈ -/300 روپے

اس شمارے میں

درس قرآن سورہ الحدید-آیت نمبر16

أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَن تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا يَكُونُوا كَالَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فَاسِقُونَ O

ترجمہ: "کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا اہل ایمان کیلئے کہ جھک جائیں ان کے دل اللہ کے ذکر کے لئے اور اس سچے کلام کیلئے جو نازل ہوا ہے! اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جنہیں اس سے پہلے کتاب دی گئی تھی پھر ان پر ایک طویل مدت گزر گئی تو ان کے دل سخت ہو گئے اور ان میں سے اکثر فاسق ہیں"

ذکر اللہ اور حق کے آگے جھکنے کا حکم اور اسی بڑی حقیقت کی بنیاد پر یہ آیت اہل ایمان کو اللہ کے ذکر کے آگے جھکنے کی دعوت دیتی ہے، تا کہ اس ایمانی حقیقت سے پھوٹنے والے خشوع کا پھل انفاق فی سبیل اللہ کی صورت میں ظاہر ہو۔

اہل ایمان کے دل انبیاء یا اہل اللہ کی صحبت اور اللہ کے ذکر اور اس سے تقویٰ کی وجہ سے نرم پڑ جاتے ہیں اور ان کے دل اور طبیعتیں نیکی میں سبقت کی طرف مائل رہتی ہیں لیکن جب نبی یا ولی اللہ اس دنیا سے پردہ فرما جاتا ہے تو آہستہ آہستہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ لوگوں کی طبیعتیں اللہ کی یاد سے غافل رہنے لگتی ہیں۔ ان میں تقویٰ کی بجائے فسق و فجور اور اللہ کے ذکر سے روگردانی شروع ہو جاتی ہے۔ یہود و نصاریٰ پر یہ کیفیت گزر چکی تھی۔

یہاں مسلمانوں کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ اللہ کی یاد سے غافل رہنا ایسی بیماری ہے جس سے دل سخت ہو جاتے ہیں۔ سنگدلی کا نتیجہ فسق و عصیان اور اللہ کی اطاعت سے نکل بھاگنے کے سوا اور کچھ نہیں، اور انسانی قلوب پر زنگ بھی چڑھ جاتا ہے اور بھول چوک کا اثر بھی بہت ہوتا ہے اور ذکر سے زنگ اتار دیا جائے تو دل ازسرِ نو نورانی ہو جاتا ہے۔ اگر ان قلوب کو رگڑا نہ جائے اور ان کا زنگ نہ اُتارا جائے اور غفلت دور نہ کی جائے تو وہ سخت اور تاریک ہو جاتے ہیں۔

جب دلوں پر تذکیر کی بارش ہوتی ہے تو سرسبز کھیتی اسی طرح لہلہانے لگتی ہے جس طرح بارش سے مردہ زمین کی کھیتی ہری بھری ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ دلوں کو بھی ان کی غفلت ونسیان کے بعد اسی طرح از سر نو زندگی اور نمو بخشتا ہے۔ بارش زمین کی غذا ہے اسی طرح ذکر اللہ اور قرآن مردہ دلوں اور غافل دلوں کی غذا ہے۔ لہٰذا تم پر لازم ہے کہ اللہ کو ہر دم یاد رکھو اسی سے تم میں تقویٰ پیدا ہوگا اور تمہارے دل نرم رہ سکتے ہیں۔

خوب جان لو! اللہ تعالیٰ مردہ زمینوں پر ابرِ رحمت برساتا ہے اور انہیں زندہ کر دیتا ہے۔ اسی طرح دل کی بنجر زمینوں پر جب کسی اللہ کے مقبول بندے کی نظر رحمت پڑتی ہے تو وہاں بھی ذکر و عبادت کے گلستان آباد ہو جاتے ہیں، یادالٰہی کے پھول کھلنے لگتے ہیں اور انوار کی تجلیاں مسکرانے لگتی ہیں۔ جب تک دل میں کمال عجز و نیاز پیدا نہ ہو، نہ ایمان کا لطف آتا ہے نہ عبادت میں مزا آتا ہے۔ جب تک دل اس احساس سے لبریز نہ ہو کہ کہاں خالقِ ارض وسماء اور کہاں یہ بندۂ حقیر و بےنوا، اسکی شان کبریائی اور اس کے عظمت وجلال پر جب نگاہیں جم کر رہ جاتی ہیں اس وقت نہ اپنی ذات نظر آتی ہے نہ اپنی حسنات۔ اسی وقت دل میں دردِ محبت اُٹھتا ہے، اسی وقت آنکھیں اشکبار ہوتی ہیں، یہی وہ گھڑی ہوتی ہے جب اس پر "احسان" کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔

قرآن کی وہ آیت جس نے فضیل بن عیاضؒ کی زندگی کا رخ بدل دیا:

روایت میں ہے کہ تابعین میں فضیل بن عیاض ایک ڈاکو تھے۔ ایک دفعہ وہ ڈاکہ زنی اور لوٹ مار میں مصروف تھے کہ کسی نے بلند آواز سے یہی آیت پڑھ دی۔ اس آیت اور شیریں انداز بیان کا ان پر ایسا اثر ہوا کہ لرز گئے اسی وقت توبہ کی اور ڈاکہ زنی کا پیشہ ترک کر کے اللہ کے ذکر میں مصروف ہو گئے۔ پھر تقویٰ میں وہ مقام حاصل کیا کہ اس دور کے صالحین میں ان کا نام سرفہرست ہے۔

درس حدیث: دل کا سکون کیسے نصیب ہوتا ہے!

(مولانا فضل الرحیم)

عن ابی ھریرةؓ قال قال رسول الله صلی الله علیه و سلم لا یقعد قوم یذکرون الله الا حفتهم الملئکه و غشیتهم الرحمة و نزلت علیهم السکینة و ذکر هم الله فیمن عنده ۔

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جہاں کہیں اللہ کے بندے اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو لازمی طور پر فرشتے ہر طرف سے ان کے گرد جمع ہوجاتے ہیں اور ان کو گھیر لیتے ہیں اور رحمت الٰہی ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور ان پر سکینہ کی کیفیت نازل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے معتبر ملائکہ میں ان کا ذکر فرماتا ہے۔"

دل کا سکون کون نہیں چاہتا ہر دور میں ہر انسان کی یہ چاہت رہی ہے کہ مجھے دل کا چین اور اطمینان مل جائے ۔ اس اطمینان کو انسان نے جگہ جگہ تلاش کیا ۔ کسی نے مختلف رسالوں اور کتابوں کے پڑھنے میں سکون پایا، کسی نے سیر و تفریح کے مقامات میں جا کر اطمینان پایا، کسی نے باغات میں جا کر درختوں اور پودوں کے درمیان گھوم پھر کر اور پھولوں کے رنگ و بو میں سکون تلاش کیا، کسی نے کھیل کود اور جدید تفریحی آلات کے ذریعہ سکون و اطمینان پانے کی کوشش کی ۔

لیکن انسان نے خود سے جتنے راستے سکون حاصل کرنے کے لئے تلاش کئے ان میں کسی طریقے میں وقت برباد ہوا، کہیں پیسہ ضائع ہوا، کہیں ایمان و اخلاق کی خرابی آ گئی ۔ اور کبھی صحت کو بھی کھو دیا ۔ یہ درست ہے کہ ان چیزوں میں بھی وقتی طور پر سکون ملتا ہے ۔ لیکن خالق کائنات جس نے ہمارے جسم کی مشین کو بنایا اس ذات حکیم و خبیر نے ہمیں رسول اکرم ﷺ کی سیرت مبارکہ کے ذریعہ سکون حاصل کرنے کی بہترین تعلیم عطاء فرمائی:

سورہ رعد کی 28ویں آیت میں فرمایا: **الا بذکر الله تطمئن القلوب**

"آگاہ رہو اللہ کی یاد سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے"

اطمینان قلب ایک بہت بڑی نعمت ہے اسے دولت سے نہیں خریدا جا سکتا۔مادیت پرستی کی دوڑ میں انسان سکون کے لئے بے قرار ہے۔اس نعمت کو حاصل کرنے کا آسان طریقہ اللہ سے تعلق قائم کرنا اوراس کی یاد دل میں بسالینا ہے۔

چنانچہ رسول اکرم ﷺ کو جب کبھی پریشانی آتی تو آپ نماز میں مشغول ہوجاتے۔ تیز آندھی آتی تو آپ نماز کی طرف متوجہ ہو جاتے۔بارش نہ آتی،خشک سالی ہوجاتی تو صلوٰۃ الاستقاء(بارش کےوقت کی نماز)ادا فرماتے سورج گرہن یا چاند گرہن لگتا تو نماز کسوف اور نماز خسوف ادا فرماتے۔

جب نبی کریم ﷺ کے گھر والوں پر کسی قسم کی تنگی اور پریشانی آتی دل بےسکون ہوتا تو آپ ان کو نماز کا حکم فرمایا کرتے اور یہ آیت تلاوت فرماتے

"و امر اھلك بالصلوٰة و اصطبر علیھا لا نسئلك رزقا"

یعنی آپ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کرتے رہیے اوراس کی پابندی فرماتے رہیے ہم آپ سے رزق کا مطالبہ کرنا نہیں چاہتے۔یعنی رزق دینے والا اللہ ہے اوراس کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

رسول اکرم ﷺ نے اپنی سیرت طیبہ کے ذریعہ یہ تعلیم دی کہ انسان اللہ سے غافل ہوکر دنیا کی دولت میں کبھی اطمینان وسکون نہیں پاسکتا۔

﴿لو کان لا بن ادم و ادیان من مال لا بتغی ثالثا ولا یملاء جوف ابن ادم الا التراب و یتوب اللہ علی من تب﴾

آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر آدمی کے پاس دو وادیاں مال کی بھری ہوئی ہوں تو وہ چاہے گا کہ میرے پاس تیسری وادی بھی مال سے بھری ہوئی ہواورابن آدم کا پیٹ تو صرف قبر کی مٹی بھر سکتی ہے۔اور پھر فرمایا کہ جولوگ اپنا رخ اللہ کی طرف کرلیں تو ان پر اللہ کی خاص عنایت ہوتی ہے اوران کو اللہ نے اس دنیا میں اطمینان قلب عطافرمادیا ہے پھراس دنیا میں ان کی زندگی بڑے مزے کی اور بڑے سکون سے گزرتی ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے ہمیں اپنی سیرت مبارکہ سے بہت واضح طور پر یہ سمجھایا کہ دل کا چین اور اطمینان قناعت سے حاصل ہوتا ہے ۔حرص اور لالچ سے کبھی سکون حاصل نہیں ہوتا ۔ رحمت اللعالمین ﷺ نے زندگی کے ہر مرحلہ میں یہ تعلیم دی کہ دنیا کے ساز و سامان اور اس کی دولت میں سکون تلاش کرنا بے فائدہ ہے ۔حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں **من کانت نیته طلب الاخرة جعل الله غنا ہ فی قلبه** یعنی "جس کی نیت اور اس کا مقصد اپنی تمام تر کوشش سے طلب آخرت ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو دل کی بے نیازی یعنی مخلوق کا محتاج نہ ہونا اور دل کا اطمینان نصیب فرما دیتے ہیں ۔"

جن چیزوں سے دل کا سکون رخصت ہو جاتا ہے ان میں ایک اہم چیز حسد ہے ۔یعنی دوسرے کے پاس نعمت دیکھ کر دل میں جلن محسوس کرنا دوسرے کی خوش حالی دیکھ کر دل میں کڑھنا اور یہ چاہنا کہ دوسرے انسان کو یہ چیز کیوں ملی ۔معاشرہ میں رہتے ہوئے آپس میں حسد کرنے سے ذہنی سکون ختم ہو جاتا ہے ۔چنانچہ رسول اکرم ﷺ نے اپنی سیرت پاک کے ذریعے امت کو تعلیم دی کہ اگر دل کا سکون اور اطمینان چاہیے تو مثبت خیالات اور پاکیزہ سوچ کو اپنائیں ۔آپ نے ایسا معاشرہ ترتیب دیا جس میں خود کھا کر اتنا اطمینان نہیں ملتا جتنا دوسرے کو کھلا کر سکون نصیب ہوتا ہے ۔اپنی مرضی اپنی چاہت پوری کرنے کی بجائے ایثار کی تعلیم دی اور یہ سکھایا کہ نفسا نفسی کے عالم میں سکون نصیب نہیں ہوتا بلکہ احسان کر کے ،خدمت کر کے ،آپس کی ہمدردی اور غمخواری کے ذریعہ دل کا سکون نصیب ہوتا ہے ۔

رسول اکرم ﷺ نے سیرت طیبہ کے ذریعے اس بات کی بھی تعلیم دی کہ دوسروں کے حقوق کو پورا کر کے سکون ملتا ہے ۔اپنے فرائض کو اچھے طریقے سے ادا کر کے اپنے ضمیر کو مطمئن رکھا جائے تو یہی سکون کا ذریعہ ہے ۔اللہ رب العزت ہمیں سیرت نبوی ﷺ پر عمل کر کے زندگی کے ہر مرحلے میں سکون و اطمینان نصیب فرمائے آمین

مِلّتِ ابراہیم

(محمد صدیق ڈارؒ)

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خالص توحید اور اللہ کی محبت کے رنگ میں رنگی ہوئی زندگی کو شرفِ قبولیت عطا فرما کر انہیں اپنا خلیل بنالیا۔ آپ کو امامُ الناس کے مرتبہ جلیلہ پر متمکن فرمایا اور آپ کے طریقہ یعنی ملت ابراہیم کی اتباع کے لئے اپنے آخری رسول ﷺ کو مامور فرمادیا تا کہ قیامت تک آنے والے انسان اللہ تعالیٰ کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسوہ حسنہ پر عمل پیرا ہو کر اس کی محبت، دوستی، رضا اور قرب کی منزل کو پاسکیں۔ اب ملاحظہ فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ حضور رسول الناس ﷺ کو اس آئین حیات کے پانچ بنیادی اصولوں کا اعلان کرنے کا حکم کس انداز سے دے رہے ہیں۔

''آپ فرما دیجئے کہ میرے ربّ نے مجھے صراط مستقیم دکھا دیا ہے وہ ایک دین مستحکم اور طریقہ ہے ابراہیم کا (ملت ابراہیم) جو اللہ کی طرف یکسو تھے اور وہ شرک کرنے والوں میں سے نہ تھے۔''

آپ فرما دیجئے کہ بالیقین میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا یہ سب اللہ ہی کے لئے ہے جو سارے جہان کا مالک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھ کو اسی کا حکم ہوا ہے اور میں سب ماننے والوں (مسلمین) میں سے پہلا ہوں۔

آپ فرما دیجئے کہ کیا میں اللہ کے سوا کسی اور کو ربّ بنانے کے لئے تلاش کروں حالانکہ وہ مالک ہے ہر چیز کا۔ اور جو شخص بھی کوئی عمل کرتا ہے وہ اُسی پر رہتا ہے اور کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔ پھر تم سب کو اپنے رب کے پاس جانا ہے پھر وہ تم کو جتلا دے گا جس جس چیز میں تم اختلاف کرتے تھے۔

اور وہ ایسا ہے جس نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا اور ایک دوسرے پر رتبہ بڑھایا تا کہ

تمہیں آزمائے ان چیزوں میں جو تم کو دی ہیں۔بے شک آپ کا ربّ جلد عذاب دینے والا اور بے شک وہ بڑی مغفرت کرنے والا مہربانی کرنے والا ہے''۔(انعام۔161 تا 165)

''بے شک ابراہیمؑ امام اور یکسو ہو کر اللہ کے فرماں بردار تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے۔ وہ اسکی نعمتوں کے شکر گزار تھے۔اللہ نے ان کو برگزیدہ کیا تھا اور اپنی سیدھی راہ پر چلایا تھا۔اور ہم نے ان کو دنیا میں بھی بھلائی عطا کی تھی اور وہ آخرت میں بھی صالحین میں ہونگے۔پھر ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی کہ ملت ابراہیم کی پیروی اختیار کرو جو ایک طرف کے ہو رہے تھے اور مشرکوں میں نہ تھے۔''(النحل 120 تا 122)

اللہ تعالیٰ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ (ملت ابراہیم) اسقدر پسند آیا کہ اسے آخری اُمت کیلئے آئینِ حیات قرار دے دیا۔یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنے خلیل کی زندگی کے ہر پہلو پر روشنی ڈالی ہے۔جن کڑی آزمائشوں اور امتحانوں سے اپنے دوست کو گزارا اور اُنھوں نے **تَبَتَّلْ اِلَی اللّٰهِ** اور **تَوَکَّلْ عَلَی اللّٰهِ** کی جو قندیلیں روشن کیں اور جس اعلیٰ وارفع کردار کا مظاہرہ کیا اِسے ہمیشہ کیلئے محفوظ فرما دیا تا کہ جس اُمت مسلمہ کی آپ نے آرزو فرمائی تھی اِسے آپ کے نقوش پا ڈھونڈنے میں دقت پیش نہ آئے۔یہ بات ہر وقت ہمارے ذہن میں رہنی چاہیے کہ آخرت میں کامیابی اور اللہ کے ہاں اعلیٰ مراتب حاصل کرنے کیلئے مسلسل جدوجہد کی ضرورت ہوتی ہے۔صرف زبانی دعووں سے نہیں بلکہ کام کرنے ہی سے کام بنتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ہر جگہ ایمان کے ساتھ عمل پر زور دیا ہے اور یہ واضح فرما دیا ہے کہ جو کوئی بھی ایمان کا اقرار کر کے اللہ تعالیٰ کی دوستی اور محبت کا خواہاں ہو گا اِسے لازمی طور پر آزمائشوں سے گزرنا پڑے گا۔

''کیا لوگ یہ خیال کئے ہوئے ہیں کہ صرف یہ کہنے سے کہ ہم ایمان لے آئے چھوڑ دیئے جائیں گے اور اُن کی آزمائش نہیں کی جائے گی۔جو لوگ اِن سے پہلے ہو چکے ہیں ہم نے اُن کو بھی آزمایا تھا اور اِن کو بھی آزمائیں گے۔سو اللہ اُن کو ضرور معلوم کرے گا جو اپنے ایمان میں سچے

ہیں اور اُن کو جو جھوٹے ہیں''۔(عنکبوت۔1تا2)

''اے پیغمبر جو لوگ کفر میں جانے کی جلدی کر رہے ہیں اُن لوگوں میں سے جو صرف منہ سے کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے لیکن ان کے دل مومن نہیں ہیں اِن کی وجہ سے آپ غمناک نہ ہونا''۔

(مائدۃ۔41)

اللہ تعالیٰ اہل ایمان سے تقاضہ کرتے ہیں کہ وہ بھی میرے دوست ابراہیم علیہ السلام کے اخلاق واطوار کو اپنا لیں اور ہر طرف سے منہ موڑ کر، شرک کی ہر آلائش سے بچتے ہوئے یکسو ہو کر میرے تابع فرمان بن جائیں اور اس کا عملی نمونہ حضور رحمۃ اللعالمین ﷺ کی حیاتِ طیبہ کو قرار دیتے ہوئے حکم فرمایا کہ جسے اللہ تعالیٰ کی محبت مطلوب ہے وہ میرے محبوب کا اِتباع کرے۔

ابراہیمی نسبت کے حامل نبی آخرالزمانؐ اور آپ کی اُمت کو قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:۔

''ابراہیم نہ تو یہودی تھے اور نہ عیسائی بلکہ سب سے بے تعلق ہو کر صرف اللہ کے ہو رہے تھے اور اسی کے تابع فرمان (مسلم) تھے اور مشرکوں میں نہ تھے۔ابراہیم سے قرب رکھنے والے تو وہ لوگ ہیں جنہوں نے ان کی پیروی کی اور یہ پیغمبر (آخرالزمانؐ) اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں اور اللہ مومنوں کا حمایتی اور دوست ہے''۔(آلِ عمران۔67تا68)

''آپ کہہ دیجئے کہ اللہ نے سچ فرمایا پس ملت ابراہیمؑ کی پیروی کرو جو سب سے بے تعلق ہو کر ایک اللہ کے ہو رہے تھے اور مشرکوں میں نہ تھے''۔ (آلِ عمران۔95)

آپ دیکھ رہے ہیں کہ اُوپر دی گئیں آیات میں اِس بات کو بار بار دہرایا گیا ہے کہ میرے خلیل علیہ السلام کی زندگی شرک سے قطعی پاک تھی اور وہ صرف میرے ہی ہو کر رہ گئے تھے۔ توحید پر بار بار زور دیا جا رہا ہے کیونکہ یہی دین کی بنیاد ہے اور اِس کے بل بوتے پر ہی مومن کردار کی بلندیوں تک پہنچتا ہے اور اس کے برعکس شرک کو ظلم عظیم اور نا قابل معافی جرم قرار دیتے ہوئے مشرک پر جنت کو حرام کر دیا گیا ہے۔اللہ تعالیٰ مومنین کو حکم فرماتے ہیں کہ تم بھی یکسوئی اور یکجہتی والے بن کر اللہ کے ہو جاؤ ورنہ شرک والی زندگی تمہیں بلندیوں سے گرا کر تمہاری شخصیت کو

بکھیر کر رکھ دے گی۔ جیسے میرے خلیل حنیف یعنی یکسو تھے تم بھی اِنکی پیروی میں حُنَفَاء بن جاوٗ۔

حُنَفَاءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّمِنَ السَّمَاءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْتَهْوِىْ بِهِ الرِّيْحُ فِىْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ٥ (الحج۔31)

"کسی کو شریک نہ ٹھہراتے ہوئے صرف اللہ کے ہو جاؤ، اور جو شخص اللہ کے ساتھ شریک مقرر کرے گا تو وہ گویا ایسا ہے جیسے آسمان سے گر پڑا پھر اِس کو پرندے اُچک لے جائیں یا ہوا اُڑا کر کسی دُور جگہ پھینک دے"۔

تمام عقائد، عبادات، اَوراد و اذکار اور مجاہدات کا مقصود تزکیہ اخلاق اور کردار سازی ہے۔

توحید کے بارے میں علامہ اقبالؒ نے کیا خوب فرمایا:۔

زندہ قوت تھی جہاں میں یہی توحید کبھی
آج کیا ہے؟ فقط اِک مسئلہ علم کلام
روشن اِس ضو سے اگر ظلمت کردار نہ ہو
خود مسلمان سے پوشیدہ ہے مسلمان کا مقام

اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پشت سے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو پیدا فرما کر کامل اطاعت کرنے والی اُمت مسلمہ کو اُٹھایا اور اِسے اپنے باپ ابراہیم کی ملت پر چلنے کا حکم دیا۔ چونکہ رسول اللہ ﷺ ملت ابراہیم کا بہترین نمونہ تھے اِس لئے حکم خداوندی کے مطابق آپ نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کی محبت مقصود ہے تو میرا اِتباع کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دیگا۔ اب ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وہ اخلاق و اطوار بیان کریں گے جن کا ذکر قرآن کریم میں کیا گیا ہے۔

اُسوہٗ اِبراھیم علیہ السلام

اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل کی جن عادات و صفات کا ذکر فرمایا اور آپ کی

-*-

جوشان بیان فرمائی ہے ہم اِختصار کی خاطر اُن آیات قرآنی کا صرف ترجمہ لکھنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ اِن پر غور فرمائیں، اِنہیں اپنائیں اور مقبول بارگاہ بنانے والی اِس تعلیم سے خود بھی فائدہ اُٹھائیں اور اِسے آگے بڑھا کر خلق خدا کی خدمت کریں۔

جب وہ اپنے ربّ کے پاس "قلبِ سلیم" یعنی عیبوں سے پاک دل لے کر آئے۔(صافات-84)

ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کو یاد کرو جو ہاتھوں والے اور آنکھوں والے تھے۔ (یعنی چشم بینا رکھتے تھے اور صاحب عمل تھے) (ص-45)

بے شک ابراہیم بڑے تحمل والے، نرم دل اور رجوع کرنے والے تھے۔(ھود-121)

بے شک ابراہیم اُس کی نعمتوں کے شکرگزار تھے۔اللہ نے انکو برگزیدہ کیا تھا اور صراط مستقیم پر چلایا تھا۔(نحل-121)

جب اُن سے اُسکے رب نے فرمایا کہ اِسلام لے آؤ تو اُنہوں نے عرض کی کہ میں ربّ العالمین کے آگے سر اطاعت خم کرتا ہوں۔(البقرہ-131)

آپ نے اپنے بیٹوں کو بھی اِسی بات کی وصیت کی کہ بیٹا اللہ نے تمہارے لئے یہی دین پسند فرمایا ہے، مرنا تو مسلمان ہی مرنا۔ (البقرہ-132)

جب پروردگار نے چند باتوں میں ابراہیم کی آزمائش کی تو وہ اِن میں پورے اُترے۔ اللہ نے کہا میں تمہیں لوگوں کا امام بناؤں گا۔اُنہوں نے اپنی اولاد کیلئے عرض کیا تو ارشاد ہوا کہ ہمارا اقرار ظالموں کیلئے نہیں ہوا کرتا۔(سورہ بقرہ-124)

آپ نے فرمایا کہ میں نے سب سے یکسو ہو کر اپنا رُخ اُس ذات کی طرف کرلیا ہے جس نے زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں اور اُن کی قوم نے بحث کی تو فرمایا کہ تم مجھ سے اللہ کے بارے میں بحث کرتے ہو اُس نے تو مجھے سیدھا راستہ دکھا دیا ہے اور جن چیزوں کو تم اِس کا شریک بناتے ہو میں اُن سے نہیں ڈرتا۔ہاں جو میرا ربّ چاہے۔میرا ربّ اپنے علم سے ہر چیز پر احاطہ کیئے ہوئے ہے کیا تمہیں سمجھ نہیں آتی۔بھلا میں اِن چیزوں سے جن کو

تم شریک ٹھہراتے ہو کیونکر ڈروں جب کہ تم اللہ کا شریک بنانے سے نہیں ڈرتے ہو جس کی اِس نے کوئی سند نازل نہیں کی۔اب دونوں فریقوں میں سے کونسا امن کا مستحق ہے اگر تم سمجھ رکھتے ہو۔

(الانعام۔79۔81)

تمہارے لئے ابراہیم اور اُن کے رفقاء میں اُسوہ حسنہ یعنی عمدہ عمل کی مثال ہے جب اُنہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ ہم تم سے اور ان سے جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو لاتعلق ہیں ہم تمہاری بات ہرگز نہ مانیں گے۔ جب تک تم اللہ واحد پر ایمان نہ لاؤ ہم میں اور تم میں ہمیشہ کھلم کھلی عداوت اور دشمنی ہے۔(الممتحنہ۔ 4)

ابراہیم اور ان کے ساتھیوں میں اُسوۂ حسنہ ہے جو کوئی اللہ سے ملاقات اور روزِ آخرت کی اُمید رکھتا ہو۔اور جو روگردانی کرے تو اللہ بھی بے پروا اور سزاوارحمد ہے۔(الممتحنہ۔6)

اِبتلا اور عَطا

دنیا میں بھی سمجھدار انسان اچھی طرح پرکھنے اور آزمانے کے بعد ہی کسی کو اپنا دوست بناتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو چند کڑی آزمائشوں سے گزارنے کے بعد ہی خلیل اللہ کی خلعت فاخرہ سے نوازا۔آپ کے خلاف سب سے پہلا محاذ تو اپنے گھر میں ہی کھلا جب آپ نے اپنے باپ کے سامنے بتوں کی بے بسی اور برائی بیان کر کے اللہ تعالیٰ کی توحید پیش کی تو اُس نے کہا اِس روش سے باز آ جاؤ ورنہ میں تجھے سنگسار کر دونگا یا تم میری آنکھوں سے دور ہو جاؤ۔کیونکہ باپ تو بت پرستی والے دین کا پروہت اور پرچارک تھا۔لیکن عشقِ خلیل اِن دھمکیوں کو کب خاطر میں لاتا تھا۔وہ ایک دن موقع پا کر اُن کے صنم کدہ میں جا گھسے اور مفروضہ خداؤں کے ٹکڑے اُڑا دیئے۔جب وقت کے باجبروت بادشاہ نمرود کے سامنے پیش کئے گئے تو اُسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اللہ تعالیٰ کی الوہیت کے ایسے مسکت دلائل دیئے کہ کافر مبہوت ہو کر رہ گیا اور اُسکے دعویٰ ربوبیت کے پرزے اُڑ گئے۔طاغوتی طاقت

سے جب کوئی جواب نہ بن پڑا تو اپنے دین کو بچانے کیلئے قوت کا حربہ آزمانے پر اُتر آیا۔ پوری قوم نے حق کے ترجمان اور وقت کے بہترین انسان کو (جو انہیں جہنم کی آگ سے بچنے کی دعوت دے رہا تھا) خود اُسے ہی آگ میں جلانے کا فیصلہ کیا۔ جب اِس کا انتظام مکمل کر لیا تو:۔

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشہ لبِ بام ابھی

وہ عشق اللہ کا تھا جسے سنانے یا بتانے کی حاجت نہ تھی وہ سب کچھ دیکھ رہا تھا وہ تو اپنے بندے کے ساتھ بلکہ رگِ جان سے بھی قریب تر تھا۔ اور بندہ جو کہ صرف اُسی کا بن کر رہ گیا تھا سراپا تسلیم و رضا بن کر آتشِ نمرود کے شعلوں میں بھی اِسی لئے خاموش تھا کہ وہ بھی اپنے رب کو دیکھ رہا تھا کیونکہ بندگی کا یہی تو کمال ہے کہ بندہ اپنے رب کو دیکھ لے۔ حضور ﷺ کی حدیث مبارکہ ہے ''**فَاعْبُدْ رَبَّكَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ**'' اپنے رب کی بندگی اِس طرح کر گویا کہ تو اسے دیکھ رہا ہے۔ ایمان کی اِن معراج کی گھڑیوں اور قرب کی ساعتوں میں جو اللہ کی رحمت برسی تو اُس نے آگ کی حرارت کو ٹھنڈا اور انگاروں کو گلزار میں بدل کر رکھ دیا۔ پھر اللہ کا حکم ہوا تو اُسکی راہ میں ہجرت فرمائی۔ <u>اللہ تعالیٰ نے بڑھاپے میں اولاد عطا فرمائی تو حسبِ حکم اپنی بیوی اور معصوم بچے کو اُس وادی میں چھوڑ آئے جہاں گھاس کا تنکا تک نہ پیدا ہوتا تھا۔ جدائی کے اِس امتحان میں کامیاب ہوئے تو اپنی محبوب ترین متاع نوجوان بیٹے کو اللہ کی راہ میں قربان کر دینے کا حکم دے دیا گیا تو آپ نے یہ عظیم قربانی پیش کرنے سے بھی دریغ نہ کیا اور داستانِ عشق کو اپنے لختِ جگر کے خون سے رنگین بنانے کیلئے تیار ہو گئے۔ جب سراپا تسلیم بیٹا اسماعیل زمین پر لیٹ گیا اور باپ نے تیز دھار خنجر پر گرفت مضبوط کر لی اور دوسرا ہاتھ حلقوم پسر پر رکھ دیا تو اِس منظر کی دہشت سے ملائکہ پر بھی لرزہ طاری ہو گیا۔ حضرت جبرائیل نے بحکمِ خدا حضرت اسماعیل کو ہٹا کر ان کی جگہ ایک دُنبہ رکھ دیا جو ذبح ہو گیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ندا دی کہ اے ابراہیم تم نے رؤیا کو حقیقت بنا دیا۔</u>

-

یہ تھے وہ بڑے اور کڑے امتحانات جن میں سرخرو ہونے کے بعد ہی اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دنیا کی امامت عطا فرمائی اور اِنہیں اپنا خلیل بنایا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:۔ **وَاِذِ ابۡتَلٰۤی اِبۡرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ قَالَ اِنِّىۡ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا قَالَ وَمِنۡ ذُرِّيَّتِىۡ قَالَ لَا يَنَالُ عَهۡدِى الظّٰلِمِيۡنَ** o (البقرہ۔124)

''جب ابراہیم کے رب نے چند باتوں میں اِن کی آزمائش کی تو وہ اِن میں پورے اُترے۔ اللہ نے کہا کہ میں تم کو لوگوں کا پیشوا بناؤنگا۔ انہوں نے کہا کہ میری اولاد پر بھی عنایت ہو تو اللہ نے فرمایا کہ ہمارا اقرار ظالموں کیلئے نہیں ہوا کرتا''۔

اللہ تعالیٰ جب اپنے بندوں کو ابتلا میں سے گزارتا ہے تو جو بندے شیوہ تسلیم و رضا اختیار کرتے ہوئے مصائب کو خوشی سے برداشت کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں بے شمار ظاہری اور باطنی نعمتوں سے نوازتا ہے۔ چنانچہ ابراہیم علیہ السلام پر بھی انعام و اکرام کی بارش ہوئی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنا خلیل یعنی دوست اور دنیا کا امام و پیشوا بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے خصوصی فضل سے انہیں زمین و آسمان کی بادشاہت کا نظام دکھایا تاکہ انہیں یقین کامل کی دولت نصیب ہو۔ جب اطمینان قلب کی خاطر آپ نے التجا کی کہ اللہ مجھے دکھادیں کہ آپ مردوں کو کس طرح زندہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ نے ذبح کرکے ٹکڑے ٹکڑے کئے ہوئے چار پرندوں کو اُن کے سامنے زندہ کرکے تسکین کا سامان فرمادیا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے کہ ہم نے اُنہیں دنیا میں بھی اجر دیا اور آخرت میں بھی انہیں صالحین میں ٹھہرایا۔ اِن کی اولاد میں نبوت وحکمت اور حکومت کو بھی جاری فرمایا۔ اولاد کیلئے دعا کی تو اللہ نے علم وحلم والے بیٹے کی بشارت دی۔ اِبتلا کے بعد جب عطا کا دور شروع ہوا تو دوست نے دوست سے جو کچھ بھی مانگا وہ دیا گیا۔

رُوحانی مرکز

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دنیا کا پیشوا بنایا تو ایک خاص جگہ پر اہلِ زمین کیلئے ایک روحانی مرکز تعمیر کرنے کا شرف بھی آپ کو عطا کیا گیا۔ کیونکہ آگے چل کر جس ہستی نے رنگوں، نسلوں اور قوموں میں بٹی ہوئی دُنیا کو ایک کلمہ، ایک دین اور ایک مرکز پر لانے کا عظیم کام سرانجام دینا تھا اِس نے یہاں ہی جلوہ افروز ہونا تھا۔ گویا خلیل اللہؑ کے ہاتھوں سے اِس بستی کو آباد کیا جارہا تھا جہاں حبیب اللہؐ کی تشریف آوری ہونی تھی۔ بیت اللہ، مکہ مکرمہ، اپنی اولاد اور اہلِ ایمان کے بارے میں آپ کے فرمودات اور دُعائیں بھی خصوصی توجہ کی طالب ہیں کیونکہ جملہ اہلِ حرم یعنی اُمتِ مسلمہ کی کامیابی اِنہی سوچوں کو اپنانے اور اُن پر عمل پیرا ہونے میں ہے۔ قرآن کریم ہماری راہنمائی فرماتا ہے کہ بیت اللہ کس لئے تعمیر کیا گیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کو یہاں کس غرض کیلئے بسایا اور آنے والی اُمتِ مسلمہ کیلئے کیسی کیسی پیاری دُعائیں فرمائیں۔ چنانچہ سورت ابراہیم کی آیات 35 تا 37 میں ارشاد ہوا ہے:۔

''اور جب ابراہیم نے دُعا کی کہ اے میرے رب اِس شہر کو امن کی جگہ بنا دے اور مجھے اور میری اولاد کو اِس بات سے کہ بتوں کی پرستش کرنے لگیں بچائے رکھ''۔

''اے میرے ربّ اُنہوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا ہے سو جس شخص نے میرا کہا مانا وہ تو میرا ہے اور جس نے میری نافرمانی کی تو تُو بخشنے والا مہربان ہے''۔

''اے ہمارے ربّ! میں نے اپنی اولاد میدان (مکہ) میں جہاں کھیتی نہیں تیرے عزت والے گھر کے پاس لا بسائی ہے۔ اِس لئے کہ اے پروردگار یہ نماز قائم کریں۔ تو لوگوں کے دلوں کو ایسا کر دے کہ اِن کی طرف جھکے رہیں اور اِن کو میووں سے روزی دے تا کہ تیرا شکر کریں''۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل کی دُعاؤں کو شرفِ قبولیت بخشتے ہوئے مکہ کو انسانوں کیلئے عالمگیر اجتماع اور امن و امان کے حصول کا مرکز بنا دیا۔ قرآن میں فرمایا کہ:۔

''اور ہم نے خانہ کعبہ کو لوگوں کے جمع ہونے اور امن پانے کی جگہ مقرر کیا اور حکم دیا کہ جس جگہ ابراہیم کھڑے ہوئے تھے اِس کو نماز کی جگہ بنا لو۔ اور ابراہیم اور اسماعیل کو کہا کہ طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوں کیلئے میرے گھر کو پاک صاف رکھا کرو''۔ (سورۃ البقرہ آیات 125-126)

''اور جب ابراہیم علیہ السلام نے دُعا کی اے پروردگار اِس جگہ کو امن کا شہر بنا اور اس کے رہنے والوں میں سے جو اللہ پر اور روزِ آخرت پر ایمان لائیں اُنکے کھانے کو میوے عطا کر تو اللہ نے فرمایا کہ جو کافر ہوگا میں اُسکو بھی کسی قدر متمتع کروں گا پھر اُسے عذاب دوزخ بھگتنے کیلئے ناچار کردونگا اور وہ بری جگہ ہے''۔

اُمت مسلمہ پر اللہ تعالیٰ خصوصی فضل اور رحمت فرمانا چاہتے ہیں اِسی لئے ملت ابراہیم کا اِتباع کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اُوپر لکھی گئی آیات پر غور فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ کن لوگوں کیلئے اپنے گھر کو صاف رکھنے کا حکم دے رہے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کو حریم کبریاء میں داخلہ ملتا ہے۔ اہلِ حرم کو میوؤں اور پھلوں کا رزق عطا کرنے والی دُعا بھی منظور کر لی گئی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تو یہ دُعا صرف اہلِ ایمان کیلئے کی لیکن اللہ کی سراپا رحمت ذات نے اپنے نیک بندوں کے طفیل کفار کو بھی دُنیا کی قلیل زندگی میں فائدہ دینے کا وعدہ فرمالیا۔ یہ خاص بات بھی نوٹ فرمالیں کہ اللہ کے مقرب بندوں کے قدموں سے جو برکات ملتی ہیں اُن کے حصول کیلئے خود حکم فرمایا گیا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے کھڑا ہونے والی جگہ پر نماز پڑھا کرو۔ چنانچہ آج بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدمین شریفین جس پتھر پر ثبت ہیں وہ ایک شیشے کے فانوس میں بند ہے جس کے سامنے ہمہ وقت نوافل پڑھنے والوں کا ہجوم رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں صفا اور مروہ کو شعائر اللہ قرار دے کر ان کے درمیان سعی کرنے کو عبادت میں شامل فرما دیا ہے اسی طرح مقبولین بارگاہ بندوں کے جو آثار اور نشانات ہوتے ہیں ان سے فیوض و برکات حاصل کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ ان چیزوں کا احترام کرنا اللہ کے پیارے بندوں کی محبت کے زُمرے میں آتا ہے اور

یہ محبت مِنْ دُوْنِ اللّٰہ نہیں بلکہ فِی سَبِیلِ اللّٰہ کہلاتی ہے۔ اس لئے حجرِ اسود کو چومنا، آبِ زمزم کو متبرک جاننا، حضور پرنور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تبرکات کے لئے عقیدت و محبت کا اظہار کرنا اور قرآن کریم کو بوسہ دینا یہ سب مستحسن اعمال ہیں۔

حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے انسانوں کے لئے روحانی مرکز بیت اللہ تعمیر کرتے وقت اپنی اولاد کے لئے امتِ مسلمہ کا اعزاز طلب کیا تو ساتھ ہی حضور خاتم النبیین رحمت اللعلمین حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کی بعثت کے لئے یہ دعا فرمائی۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلاً مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِکَ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ وَیُزَکِّیْهِمْ ط اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ o (البقرہ۔129)

"اے ہمارے رب ان میں انہی میں سے ایک رسول مبعوث فرما جو ان کو تیری آیات سنایا کرے اور کتاب اور حکمت سکھایا کرے اور اُن (کے دلوں کو) پاک صاف کیا کرے۔ بے شک تُو غالب اور صاحبِ حکمت ہے"۔

اسی وجہ سے حضور ﷺ فرمایا کرتے کہ میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دُعا کا اثر ہوں۔

جیسی کرنی ویسی بھرنی:

سیدنا عمر فاروقؓ کا ارشاد ہے کہ: (۱) جو شخص زیادہ ہنستا ہے اس کا دبدبہ کم ہو جاتا ہے۔ (۲) جو لوگوں کی تذلیل کرتا ہے خود ذلیل ہوتا ہے۔ (۳) جو بہت بولنے کا عادی ہو اس سے غلطیاں بہت ہوتی ہیں۔ (۴) جو بہت غلطیاں کرے اس کی شرم گھٹ جاتی ہے۔ (۵) جس کی حیاء کم ہو جاتی ہے اس کا تقویٰ کم ہو جاتا ہے (۶) اور جس کا تقویٰ کم ہو جاتا ہے اس کا دل مردہ ہو جاتا ہے۔

قبلہ محمد صدیق ڈار صاحبؒ کا خط بنام محمد قاسم - ملتان

مورخہ: 27.05.2004

السلام علیکم!

خادم حلقہ کی بڑی بھاری ذمہ داری ہوتی ہے۔اس کے کردار سے سلسلہ تو حیدیہ کی تعلیم اوراخلاق کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ویسے بھی خادمان حلقہ دو تین برس بعد تبدیل کرائے جاتے ہیں۔ اس مرتبہ بھی اسلام آباد، گوجرانوالہ، ڈسکہ،نوشہرہ ورکاں اور رجڑانوالہ کے خادمان تبدیل کئے گئے ہیں۔ یہ ہمارا روٹین کا معاملہ ہے۔اور حلقہ سے نکالنے کا معاملہ اتنا آسان نہیں ہوتا کہ ذرا سی شکایت پر فیصلہ کر دیا جائے۔غلطی ہر انسان سے ہوتی رہتی ہے اور اصلاح بھی ہوجاتی ہے، یہی مقصود ہوتا ہے۔فیصل صاحب کہہ رہے تھے کہ حلقہ ذکر کیلئے قاسم صاحب کا گھر زیادہ مناسب ہے۔ میں نے سب کو بتادیا تھا کہ ضروری نہیں ہے حلقہ ذکر خادم حلقہ کے گھر ہی ہو۔جو جگہ بھی بھائیوں کیلئے مناسب ہو اور مرکزی حیثیت والی ہو جہاں بھائی سہولت کے ساتھ پہنچ سکیں اسے مقرر کیا جاسکتا ہے۔لیکن صاحب خانہ پر کسی قسم کا مالی بار نہیں پڑنا چاہیے۔بھائی مل کر کوئی چائے پانی کا انتظام کرلیں تو بہتر ہے۔نہ بھی ہو تو پانی پی کر گھروں کو رخصت ہو جائیں۔صاحب خانہ اپنی محبت سے کوئی خدمت کر دیں تو اللہ تعالیٰ اس کا اجر دے گا۔آپ خوش دلی کے ساتھ بھائیوں کو اپنے گھر ذکر کی دعوت دیں۔اسکی بڑی برکت ہوتی ہے۔

میرے بیٹے! اللہ کی مخلوق کو اللہ کے ساتھ جوڑنے کیلئے ہی پیغمبر آئے اور ہم بھی یہی کام کر رہے ہیں اس سے بڑی کوئی عبادت اور نیکی نہیں ہے۔

ہر خط میں جوابی لفافہ جس پر واپسی کا پتہ لکھا ہوا مل جائے تو مجھے اس میں آسانی ہوجاتی ہے اور وقت بھی بچ جاتا ہے۔

والسّلام

قبلہ محمد صدیق ڈار صاحبؒ کا خط بنام محمد سلیم

مورخہ 04-06-2005

دعوت اسلامی کے اجتماع میں حضرت غوث پاکؒ کے بارے میں جو لکھا ہے یہ ساری باتیں عقیدتمندوں کی گھڑی ہوئی ہوتی ہیں آپ خود ہی سوچیں کہ اللہ والے عظیم بزرگ بھلا قرآن وسنت کے خلاف کوئی بات کیسے کہہ سکتے ہیں آپ ذرا تعمیر ملت کا صفحہ نمبر 92 پڑھ لیں اس میں قبلہ حضرتؒ نے لکھا ہے کہ ان لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ پیر صاحب کسی کو بھی بخشوا نہ سکیں گے ان کو تو اپنی ہی پڑی ہوگی ایک طرف تو احادیث بھری پڑی ہیں کہ اس دن انبیاء بھی نفسا نفسی پکاریں گے تو پھر دوسری طرف ایک بزرگ کو انبیاء سے بھی بڑھا چڑھا کر پیش کر رہے ہیں شفاعت برحق ہے حضور نبی اکرم ﷺ ساری انسانیت کی شفاعت فرمائیں گے تمام انبیاء بزرگان ،حافظ قرآن اور مغفرت پانے والے مومنین بھی درجہ بدرجہ شفاعت کریں گے لیکن صرف اس کے لئے ،جس کے لئے اللہ تعالیٰ اجازت مرحمت فرمائیں گے ۔شفاعت صرف تابع فرمان اور سچا تعلق رکھنے والے کو نصیب ہوگی ۔جو اللہ کے نافرمان اور رسول اللہ ﷺ کے باغی ہونگے ان کو شیطان نے ورغلا کر گمراہی کے راستہ پر ڈال رکھا ہے اور انکے برے اعمال اچھے کر کے دکھاتا ہے میاں محمد صاحبؒ کا شعر ان کے حسب حال ہے ۔

آکڑ تے مغروری ساری نکل جائے گی تیری جس دن نبی محمد ﷺ آکھیا ایہہ ہے اُمت میری
اس دن مریدوں کا بھی پتہ چل جائے گا کہ کون مرید ہے اور کون مرید (باغی) ہے ۔

اسلام کی خصوصیت ہے کہ مغفرت کو ایمان اور اعمال صالح کے ساتھ مشروط کیا ہے اور کوئی کسی کا بوجھ نہ اُٹھائے گا کتنی عادلانہ اور پر از حکمت تعلیم ہے جو انسان کو فطرت کے مطابق سراپا عمل بنا دیتی ہے ۔

والسّلام

قربانی

(شاہد زبیر)

"زید بن ارقمؓ سے روایت ہے کہ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ یہ قربانی کیا چیز ہے ۔آپ ﷺ نے فرمایا سنت ہے، تمہارے باپ ابراہیمؑ کی ۔انہوں نے عرض کیا کہ پھر ہم کو اس میں کیا ملتا ہے ۔آپ ﷺ نے فرمایا ہر بال کے عوض میں ایک نیکی ۔انہوں نے عرض کیا اور اون والے جانوروں میں یا رسول اللہ ﷺ ۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس میں بھی ہر بال کے بدلے ایک نیکی "(ابن ماجہ ۔احمد)

قربانی اس بے مثال بندگی ،تسلیم و رضا کی انتہا اور حد سے بڑھے ہوئے شکر کے امتحان کی وہ یادگار ہے جس میں اپنی عزیز ترین ملکیت کو خدا کے حضور پیش کیا گیا ۔حضرت ابراہیمؑ کو خواب میں اپنی عزیز ترین متاع کو اللہ کی راہ میں قربان کرنے کا حکم ہوا ۔آپؑ نے صبح اٹھ کر سو اونٹ قربان کئے ۔اگلے روز پھر خواب میں وہی حکم ہوا ۔اگلی صبح آپؑ نے دوسو اونٹ قربان کئے ۔ تیسری رات پھر یہی خواب دیکھا تو حضرت بی بی حاجرہؓ سے فرمایا کہ اسماعیلؑ کو نہلا دھلا کر صاف کپڑے پہناؤ ۔خوشبو و سرمہ لگاؤ ۔پھر اس فرزند عزیز کو لیکر قربان کے لئے روانہ ہوئے ۔ شیطان نے ہزاروں وسوسے ،اسماعیلؑ ، حاجرہؓ اور ابراہیمؑ کے دل میں پیدا کئے ۔لیکن آپ ثابت قدم رہے ۔دونوں باپ بیٹوں نے شیطان پر کنکریاں برسائیں ۔منیٰ کے مقام پر باپ نے آنکھوں پر پٹی باندھ کر لخت جگر کے گلے پر چھری چلا دی ۔پٹی کھولی تو پتہ چلا کہ اسماعیلؑ کی جگہ ایک مینڈھا ذبح ہو گیا ہے ۔بیٹے کی قربانی کے بدلے اللہ تبارک و تعالیٰ نے جنت کا ایک دنبہ عطا کیا تھا ۔اسی روز سے ملت ابراہیمی پر قربانی سنت ہوئی ۔حکم ہوا کہ ابراہیمؑ کے امتحان کو یاد کرو اور میرے دیئے ہوئے مال کو خدا کی راہ میں خرچ کرو اور اس طرح صبر و شکر کرو ۔جس طرح ابراہیمؑ نے کیا ۔رب کریم نے آپؑ کی تعریف اس طرح فرمائی ۔

"اور ہم نے ابراہیمؑ کو دنیا میں چنا اور وہ آخرت میں یقیناً نیکوں میں سے ہے۔ جب اس کے خدا نے اس سے کہا کہ اپنے کو سپرد کردے۔ اس نے کہا۔ میں نے اپنے کو دنیا کے پروردگار کے سپرد کر دیا"۔(بقرہ)

"اور جب ابراہیمؑ کے پروردگار نے چند باتوں میں اس کی آزمائش کی۔ پھر اس نے ان کو پورا کیا تو خدا نے اس سے کہا کہ میں تجھ کو لوگوں کے لیے پیشوا بنانے والا ہوں"(بقرہ)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قربانی کے دنوں میں قربانی سے بڑھ کر کوئی چیز اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں اور فرمایا کہ تین چیزیں میرے اوپر فرض کی گئیں اور تمہارے اوپر وہ نفل ہیں اور وہ یہ ہیں

"قربانی کرنا، وتر کی نماز، صبح سے پہلے دو رکعت"

قربانی کرنا سنت ہے۔ امام احمد، مالک اور شافعی کے نزدیک قربانی کا ترک کرنا ناپسندیدہ ہے۔ ان کے علاوہ دوسروں کے نزدیک قربانی واجب ہے۔ یہ ہر اس مسلمان عاقل اور بالغ پر واجب ہے جس کے پاس روزمرہ ضروریات سے زائد بقدر نصاب، زکوٰۃ کی قیمت کا مال موجود ہو۔ ہر بالغ مرد اور عورت کی مملوکات الگ ہیں۔ قربانی کا ارادہ رکھنے والے شخص کو سر کے بالوں کا نہ منڈوانا مستحب ہے۔ مال دار اور امیر ہو تو جو رشتہ دار مر گئے ہیں ان کی طرف سے بھی قربانی کرے۔ قربانی کے لئے بھیڑ اور بکری کا بچہ جو سال بھر سے کم نہ ہو۔ گائے، بھینس جو دو سال سے کم نہ ہو اور اونٹ جو پانچ سال سے کم نہ ہو درست ہے۔ گائے اور اونٹ سات قربانیوں کی طرف سے کافی ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے۔

"ہر اُمت کے لئے قربانی کرنا اس غرض سے مقرر کیا تھا کہ وہ ان مخصوص چوپایوں پر (یعنی گائے، اونٹ، بکری) اللہ کا نام لیں جو اس نے عطاء فرمائے تھے" (حج)

اللہ تعالیٰ سے رغبت کے خصوصی اظہار کے واسطے قربانی کا اچھا جانور منتخب کرنا مناسب ہے لنگڑا، پھوٹی آنکھ والا، بیمار، دبلا پتلا، لاغر یا ایسا جانور جس کا کان یا سینگ کٹا ہو، چیرا ہو یا اس میں سوراخ ہو، ناموزوں ہے۔ بڑقوی سینگ دار دنبہ قربان کرنا مسنون ہے۔ سورۃ حج میں فرمان ہے۔

"اللہ تعالیٰ کے پاس نہ ان کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ ہی ان کا خون لیکن اس کے پاس

تمہارا تقویٰ اور اخلاص پہنچتا ہے۔ اور اخلاص والوں کو خوشخبری سنا دیجئے"۔

مسافر پر قربانی واجب نہیں۔ قربانی کا وقت دسویں تاریخ سے بارہویں کی شام تک ہے۔ بقرعید کی نماز سے قبل قربانی جائز نہیں۔ قربانی کا گوشت خود کھانا، بیشتر رشتہ داروں میں بانٹنا اور فقیروں محتاجوں کو دینا مناسب ہے۔ قربانی کی کھال کسی نیک کام میں لانا یعنی خیرات وغیرہ کرنا درست ہے۔ قصائی کی مزدوری الگ دینا ضروری ہے۔ وصیت کی گئی قربانی کا سارا گوشت خیرات کرنا ضروری ہے۔ قربانی کا گوشت کافروں کو دینا بھی جائز ہے۔ کھال کسی مدرسہ یا انجمن کو دی جائے تو اس کو خرچ کرنے والے دینے والے کے وکیل ہیں ان کو بھی زکوٰۃ کے مصرف پر خرچ کرنا لازم ہے۔ سورۃ حج میں فرمان ہے۔

"اور مقررہ دنوں میں خدا کا نام اس پر لیا جائے جو جانور خدا نے روزی میں دیا تو اس میں کچھ خود کھاؤ اور مصیبت کے مارے فقیر کو کھلاؤ"۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص قربانی کرنے کی گنجائش رکھے اور قربانی نہ کرے۔ سو وہ ہماری عیدگاہ میں نہ آئے۔ (حاکم)۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے ایک اور روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔ "اپنی قربانیوں کو خوب قوی کیا کرو (یعنی کھلا پلا کر) کیونکہ پل صراط پر وہ تمہاری سواریاں ہونگی"۔　(کنز الاعمال)

کسی دوسرے کی طرف سے قربانی کرنیکی بھی بڑی فضیلت ہے۔ نبی کریم ﷺ نے خود امت کی طرف سے بھی قربانی کی۔ وسائل اجازت دیں تو نبی کریم ﷺ کی طرف سے بھی قربانی کرنی چاہیے۔ ابو طلحہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک دنبہ اپنی طرف سے بھی قربانی فرمائی اور دوسرے دنبہ کے بارے میں فرمایا کہ یہ (قربانی) اس کی طرف سے ہے جو میری امت میں مجھ پر ایمان لایا اور جس نے میری تصدیق کی (موصلی وکبیر اوسط)

روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے دو دنبے قربانی کئے اور فرمایا ایک میری طرف سے ہے اور دوسرا

رسول اللہ ﷺ کی طرف سے۔ میں نے ان سے (اس کے متعلق) گفتگو کی۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے مجھ کو اسکا حکم دیا ہے۔ میں اس کو کبھی نہ چھوڑوں گا۔ (ابوداؤد)

حسین بن علیؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص اس طرح قربانی کرے کہ اس کا دل خوش ہو کہ (اور) اپنی قربانی میں ثواب کی نیت رکھتا ہو۔ وہ قربانی اس کے لئے دوزخ سے آڑ ہو جائے گی۔ (طبرانی۔کبیر)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب بندہ اپنی قربانی زمین پر گرا کر اسے ذبح کرتا ہے تو اسکا پہلا قطرہ خون کا جو زمین پر گرتا ہے۔ وہ اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ اور ہر بال کے عوض اس کو نیکی ملتی ہے۔ آپ ﷺ نے بی بی فاطمہؓ سے فرمایا کہ اپنی قربانی کی کسی طرف کھڑی رہو۔ اس کے پاس موجود رہو کیونکہ قربانی کے جانور کی گردن سے خون کا جو پہلا قطرہ ٹپکے گا، اس کے عوض تیرے سب گناہ معاف کئے جائیں گے۔ نبی کریم ﷺ کی روایت ہے کہ جس نے قربانی کی ہو۔ وہ جب قبر سے نکلے گا تو اپنی قربانی کو قبر کے سرے پر کھڑا ہوا پائے گا۔ وہ پوچھے گا کہ میں نے تجھ سے بہتر کوئی چیز نہیں دیکھی۔ قربانی کہے گی کہ میں تیری قربانی ہوں جو دنیا میں تو نے کی تھی میری پیٹھ پر سوار ہو جا۔

رسول مقبول ﷺ نے فرمایا۔ حضرت داؤدؑ نے خدا کی بارگاہ میں سوال کیا کہ اے اللہ! جو آدمی محمد ﷺ کی امت سے قربانی کرے اس کو کیا ثواب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ اس کا ثواب یہ ہے کہ ہر بال کے عوض اس کو دس نیکیاں ملتی ہیں۔ اس کی دس برائیاں دور ہوتی ہیں اور دس درجے اس کے واسطے بلند کئے جاتے ہیں۔ اے داؤدؑ! جو شخص قربانی کرتا ہے اس کو قربانی کے ہر ایک ٹکڑے کے عوض بہشت سے ایک جانور عطا کیا جاتا ہے۔ جو اونٹ کے برابر ہوتا ہے۔ نرجس القلوب میں لکھا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسماعیلؑ کو سب سے پہلے اس مینڈھے کی تھوڑی سی کلیجی کھلائی تھی جو انہوں نے قربان کیا تھا۔

حضرت ہاجرہؓ کی قربانی

(محمد عرفان رامے)

حضرت ہاجرہؓ حضرت ابراہیمؑ کی دوسری بیوی تھیں ۔آپؓ حضرت سارہؓ کے بعد حضرت ابراہیمؑ کے عقد میں آئیں ۔نمرود کی موت کے بعد حضرت ابراہیمؑ اپنی دونوں بیویوں کے ہمراہ مختلف مقامات پر قیام کرتے ہوئے جب کنعان پہنچے تو یہاں حضرت ہاجرہؓ کے بطن سے حضرت اسماعیلؑ پیدا ہوئے ۔

حضرت سارہؓ حضرت ابراہیمؑ کی پہلی بیوی ہونے کے باوجود ابھی تک اولاد کی نعمت سے محروم تھیں ۔یہی وجہ تھی کہ وہ حضرت ہاجرہؓ کے ہاں بیٹے کی پیدائش سے افسردہ رہنے لگیں ۔حضرت ہاجرہؓ کو اپنے بیٹے کے ہمراہ دیکھ کر انہیں اولاد کی کمی کا احساس شدت سے ہونے لگا تھا ۔چنانچہ قوت برداشت جواب دینے لگی تو انہوں نے اپنے شوہر حضرت ابراہیمؑ سے کہا:

"آپؑ ہاجرہؓ اور اس کے بچے کو کسی دوسری جگہ چھوڑ آئیں ۔میں ان کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی ۔"

"لیکن میں انہیں کہاں چھوڑ سکتا ہوں ۔جب کہ اسماعیل ابھی بہت چھوٹا ہے ۔"

حضرت ابراہیمؑ ان کا مطالبہ سن کر پریشان ہو گئے ۔

یہ میں نہیں جانتی ۔۔بس آپ انہیں کہیں اور چھوڑ آئیں"

حضرت ابراہیمؑ ان کی بات سن کر خاموش ہو گئے اور فیصلہ اللہ پر چھوڑ دیا ۔جلد ہی انہیں احساس ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کی رضا بھی اسی میں ہے کہ حضرت سارہؓ کی خواہش پوری ہو جائے ،۔ چنانچہ ایک روز انہوں نے حضرت ہاجرہؓ اور حضرت اسماعیلؑ کو ہمراہ لیا اور دور دراز علاقے کا سفر کرتے ہوئے ایک لق دق میدان میں پہنچ گئے ۔(یہ وہ مقدس مقام تھا جہاں آج خانہ کعبہ ہے)

جب حضرت ہاجرہؓ کو یہ معلوم ہوا کہ انہیں اپنے شیر خوار بچے کے ہمراہ اس ویرانے میں رہنا ہو گا تو وہ پریشان سی ہو گئیں ۔لیکن وہ اتنی صابرہ اور فرمانبردار بی بی تھیں کہ انہوں نے وہاں

رہنے سے انکار نہ کیا۔ جب حضرت ابراہیمؑ اپنے ننھے بیٹے کو آخری مرتبہ پیار کرکے واپس لوٹنے لگے تو حضرت ہاجرہؓ نے نہایت ادب سے دریافت فرمایا:

"آپ ہمیں چھوڑ کر کہاں جارہے ہیں؟"

ان کا سوال سن کر حضرت ابراہیمؑ چند لمحے کے لئے خاموش ہو گئے، جس پر حضرت ہاجرہؓ نے دوبارہ دریافت فرمایا: "کیا ہمارا یہاں رہنا خدا کا حکم ہے؟"۔

اس مرتبہ حضرت ابراہیمؑ نے اثبات میں سر ہلایا اور پر اعتماد لہجے میں ارشاد فرمایا:

"ہاں تم دونوں کے یہاں قیام میں بھی اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے۔"

یہ کہہ کر انہوں نے رب العالمین کے حضور ان دونوں کی سلامتی کے لئے دعا فرمائی اور خدا حافظ کہہ کر واپس حضرت سارہؓ کے پاس تشریف لے گئے۔

حضرت ابراہیمؑ کے رخصت ہونے کے بعد حضرت ہاجرہؓ نے اردگرد نگاہ دوڑائی۔ ہر طرف ویرانی تھی اور دور دور تک کسی انسان کا نام ونشان تک نہیں تھا۔ حضرت ہاجرہؓ کے پاس اس وقت صرف کھجوروں کا ایک تھیلا اور پانی کا ایک مشکیزہ تھا جو کہ اس لق ودق میدان میں قیام کرنے کے لیے نہایت نا کافی تھا، لیکن اس کے باوجود انہوں نے صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا اور اللہ تعالیٰ پر یقین کامل نے انہیں ایک نیا حوصلہ اور طاقت عطا فرمائی

خوراک کے اس مختصر ذخیرے کے ساتھ زیادہ وقت نہ گزر سکا اور دونوں چیزیں ختم ہوگئیں۔ اس سنگین صورتِ حال نے حضرت ہاجرہؓ کو تشویش میں مبتلا کر دیا۔ صحرائے عرب کی شدید گرمی نے حضرت ہاجرہؓ اور ان کے معصوم بچے کو ہلکان کر دیا تھا۔

حضرت ہاجرہؓ اپنے معصوم بیٹے حضرت اسماعیلؑ کو بہلانے کی کوشش کر رہی تھیں۔ مگر بچہ پیاس کی شدت سے رو رہا تھا، چنانچہ انہوں نے حضرت اسماعیلؑ کو زمین پر لٹا کر اللہ تعالیٰ کے حضور مدد کے لئے دعا فرمائی اور پھر خود بھی پیاس کی شدت سے بے تاب ہو کر ادھر اُدھر پانی کی تلاش میں دوڑیں۔

تھوڑی دور دو پہاڑیاں صفا اور مروہ تھیں ۔آپؓ نے پانی کی تلاش میں ان دونوں پہاڑیوں کے درمیان سات چکر لگائے اور ہر چکر کے بعد حضرت اسماعیلؑ کے پاس آ کر اس بات کی تسلی بھی کی کہ وہ خیریت سے ہیں،لیکن اس تمام کوشش کے باوجود انہیں کہیں پینے کے لئے پانی نہ مل سکا،لیکن ساتواں چکر مکمل کرنے کے بعد جب وہ مایوسی کے عالم میں کوہ مروہ سے اتر کر بچے کے پاس پہنچیں تو یہ دیکھ کر ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ جس مقام پر معصوم اسماعیلؑ نے ایڑیاں رگڑی تھیں وہاں اللہ تعالیٰ کے حکم سے شفاف اور شیریں پانی کا چشمہ جاری ہو گیا تھا۔

یہ منظر دیکھ کر حضرت ہاجرہؓ نے سجدہ شکر ادا کیا۔اس کے بعد انہوں نے آگے بڑھ کر خود بھی سیر ہو کر پانی پیا اور حضرت اسماعیلؑ کو بھی پلایا۔پانی پینے کے بعد انہوں نے چشمے کے گرد مٹی کا احاطہ بنا دیا اور زم زم کے الفاظ ادا کرتے ہوئے پانی کو ٹھہر جانے کا حکم دیا۔

(یہی وہ آبِ زم زم ہے جسے ہزاروں سال گزرنے کے باوجود آج بھی استعمال کیا جا رہا ہے)

آبِ زم زم جاری ہونے سے بھوک اور پیاس مٹانے کا ذریعہ مل گیا تھا،مگر ہر سو پھیلی ہوئی ویرانی نے انہیں بہت پریشان کیا ہوا تھا،لیکن اس کے باوجود حضرت ہاجرہؓ ثابت قدم رہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے اگلے حکم کی منتظر تھیں۔

انہیں وہاں رہتے ہوئے چند دن گزرے تھے کہ اتفاق سے ایک قافلے کا گزر اس راستے سے ہوا۔وہ لوگ کسی دور دراز علاقے سے سفر کرتے ہوئے یہاں تک پہنچے تھے اور قیام کے لئے پانی کی تلاش میں تھے۔یہی وجہ تھی کہ جب انہوں نے خلافِ توقع اس چٹیل صحرا میں پانی کا چشمہ دیکھا تو حیران رہ گئے۔

انہوں نے حضرت ہاجرہؓ سے ان کی اس ویرانے میں موجودگی کی وجہ دریافت کی۔آپؓ نے انہیں سارے حالات تفصیل سے سنا دیے۔قافلے والے شریف لوگ تھے۔انہوں نے حضرت ہاجرہؓ کی ساری باتیں غور سے سنیں اور پھر آپس میں صلاح مشورہ کر کے ان کے سامنے درخواست پیش کی:

"اگر آپ اجازت دیں تو ہم یہاں آباد ہونا چاہتے ہیں" "آپ لوگ یہاں آباد ہو کر کیا کریں گے؟" حضرت ہاجرہؓ نے ان کی درخواست سن کر حیرت سے پوچھا۔

"ہم یہاں بستی کا قیام عمل میں لائیں گے۔ یہاں رہ کر تجارت اور محنت مزدوری کریں گے اور اس کے ساتھ ساتھ ہر سال پانی کے معاوضے میں آپ کو عشر دیا کریں گے۔"

حضرت ہاجرہؓ نے پوری بات سننے کے بعد ان کی درخواست قبول فرمالی۔ اجازت ملنے کے بعد وہ قافلہ اسی مقام پر آباد ہو گیا اور یوں وہ ویران میدان چھوٹی سی بستی میں تبدیل ہو گیا۔ اللہ نے ان لوگوں کے کاروبار میں ایسی برکت عطاء فرمائی کہ ساری بستی نہایت خوشحال ہو گئی۔ اب اس بستی کے لوگ حضرت ہاجرہؓ اور حضرت اسماعیلؑ کا بے حد احترام کرنے لگے تھے۔ حضرت ہاجرہؓ نے بھی وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ دوسرے لوگوں کی طرح بھیڑ بکریوں کے گلے پال لئے تھے اور ان کے بالوں کی تجارت شروع کر دی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تجارت میں بہت برکت دی تھی۔

بستی کے لوگ وعدے کے مطابق ہر سال انہیں عشر دیتے تھے، جس سے ان کی گزربسر بہت اچھے طریقے سے ہو رہی تھی۔ پھر جیسے جیسے وقت گزرتا چلا گیا، اس بستی میں پانی کی دستیابی کی خبر عام ہوتی چلی گئی۔ اب لوگ دور دور سے آ کر اس مقام پر آباد ہونے لگے تھے، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ چند ہی سالوں میں یہ مقام ایک خاصی بڑی بستی کی صورت اختیار کر گیا۔

اِدھر حضرت ابراہیمؑ کو حضرت ہاجرہؓ اور حضرت اسماعیلؑ کی یاد بہت ستانے لگی تھی۔ وہ مسلسل ضبط سے کام لے رہے تھے لیکن پریشانی کے ساتھ ساتھ ان کے دل میں کسی قدر اطمینان بھی تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں بشارت دی گئی تھی کہ "ہم اس جنگل کو اسماعیل کی اولاد سے آباد کریں گے۔" کئی سال اسی طرح گزر گئے۔ اب حضرت ابراہیمؑ کے دل میں بیٹے اور بیوی سے ملنے کی خواہش شدت اختیار کر چکی تھی، چنانچہ انہوں نے حضرت سارہؓ سے اپنی خواہش کا اظہار کیا: "بہت مدت گزر گئی۔ اب میں ہاجرہؓ اور اسماعیل کو دیکھنا چاہتا ہوں"۔

حضرت ابراہیمؑ کی بات سن کر حضرت سارہؓ نے ان کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے فرمایا:

"بیشک آپؑ انہیں ضرور دیکھ آئیں مگر شرط یہ ہے کہ آپؑ گھوڑے پر بیٹھے بیٹھے ان سے ملاقات کریں گے اور وہاں قیام ہرگز نہیں کریں گے"

حضرت ابراہیمؑ نے ان کی شرط قبول فرمائی اور اگلے ہی روز اس مقام کی طرف روانہ ہو گئے جہاں کئی برس قبل حضرت ہاجرہؓ اور حضرت اسماعیلؑ کو چھوڑ کر آئے تھے۔

جب آپؑ اس مقام پر پہنچے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ وہ بے آب و گیا صحرا، سرسبز و شاداب آبادی کی شکل اختیار کر چکا تھا۔ حضرت ابراہیمؑ اس تبدیلی کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور بستی کے لوگوں سے اس تبدیلی کا راز دریافت فرمایا۔ جواباً وہاں کے لوگوں نے انہیں ساری تفصیل سے آگاہ کیا۔ اس موقع پر آپؑ کی ملاقات اپنے فرزند حضرت اسماعیلؑ سے بھی ہوئی لیکن وہ انہیں پہچان نہ سکے۔ اس کے بعد آپؑ حضرت ہاجرہؓ کے مکان پر تشریف لے گئے اور انہیں سلام کیا۔ حضرت ہاجرہ طویل مدت بعد اپنے شوہر کے سامنے آنے پر بہت خوش ہوئیں۔ انہوں نے حضرت اسماعیلؑ کو بھی بتایا کہ یہ تمہارے والد محترم ہیں۔

حضرت اسماعیلؑ نے اپنے والد کو پہلی مرتبہ دیکھا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ ان کی آنکھوں سے محبت کے آنسو نکل آئے۔ انہوں نے نہایت ادب سے اپنے والد کو سلام کیا، جس کے جواب میں حضرت ابراہیمؑ نے گھوڑے پر بیٹھے بیٹھے فرطِ محبت سے انہیں اپنے گلے لگا لیا۔ اس موقع پر حضرت ہاجرہؓ نے حضرت ابراہیمؑ کو ان تمام واقعات سے آگاہ فرمایا جو ان کی جدائی کے بعد ماں بیٹے کے ساتھ رونما ہوئے تھے۔ حضرت ابراہیمؑ نے ان کی باتیں توجہ سے سنیں اور فرمایا

"بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی مدد فرماتا ہے۔ ملاقات کے دوران حضرت ہاجرہؓ نے بہت اصرار کیا کہ آپؑ گھوڑے سے اتر کر کچھ دیر آرام فرمائیں۔ لیکن حضرت ابراہیمؑ نے ہر مرتبہ معذوری کا اظہار کیا اور فرمایا۔ "میں سارہؓ سے یہاں قیام نہ کرنے کا عہد کر کے آیا ہوں"

"ٹھیک ہے آپؑ یہاں قیام نہ فرمائیں مگر ہمیں اپنی خدمت کا موقع تو دیں۔ آپ کا

لباس اور جسم گرد وغبار سے اٹا ہوا ہے اور چہرے پر تھکن کے آثار ہیں ۔آپ اپنے وعدے کے مطابق زمین پر قدم نہ رکھیں ۔ میں ایک پتھر لاکر رکھ دیتی ہوں ۔اس پر کھڑے ہو جائیں تاکہ میں آپ کا منہ ہاتھ دھلا سکوں ۔" حضرت ابراہیمؑ نے بیوی کی تجویز سن کر رضامندی کا اظہار فرمایا اور ایک پتھر پر کھڑے ہوکر ہاتھ اور چہرہ مبارک دھویا اور دوبارہ گھوڑے پر سوار ہو گئے ۔(اس پتھر کو اللہ تعالٰی نے مصلیٰ کا نام دیا)۔

اس مختصر ملاقات کے بعد حضرت ابراہیمؑ واپس تشریف لے گئے اور حضرت سارہؓ کو اپنے سفر کی داستان سنائی ۔اس کے بعد حضرت ابراہیمؑ وقتاً فوقتاً مکہ تشریف لاتے رہے ۔ یوں حضرت ہاجرہؓ اور حضرت اسماعیلؑ سے ان کی ملاقات کا سلسلہ جاری رہا۔

ایک مرتبہ ابراہیمؑ ،حضرت اسماعیلؑ سے ملنے کے لئے تشریف لائے تو آپ کو خواب میں حکم ہوا: "اے ابراھیم قربانی کرو۔" اس خواب نے آپؑ کو بے چین کر دیا تھا۔ لہٰذا صبح سویرے جیسے ہی آپؑ کی آنکھ کھلی اُٹھ کر منٰی کے مقام پر چلے گئے اور اسی روز سو دنبوں کی قربانی پیش کی،لیکن دوسری رات آپؑ نے پھر وہی خواب دیکھا۔

چنانچہ دوسری صبح جاگنے کے بعد آپؑ نے سو اونٹ قربان کر دیئے اور یہ سوچ کر مطمئن ہو گئے کہ میں نے حکم الٰہی کی تعمیل کر دی ہے ۔تیسری رات پھر وہی خواب دیکھا ۔اس مرتبہ آپؑ گہری سوچ میں ڈوب گئے اور غور کرنے لگے کہ کون سی چیز مجھے سب سے پیاری ہے کہ میں اسے اللہ کی راہ میں قربان کر دوں ۔حضرت ابراہیمؑ گہری سوچ میں گم تھے کہ اچانک ذہن میں ایک خیال آیا اور آپ چونک سے گئے ۔اسماعیلؑ دنیا میں مجھے سب سے زیادہ عزیز ہے ۔اگر میں اسے راہ خدا میں قربان کروں تو شاید اللہ تعالٰی کی خوشنودی حاصل کر سکوں"۔

حتمی فیصلے پر پہنچنے کے بعد آپؑ نے حضرت اسماعیلؑ کو پاس بلا کر اپنے ارادے کا اظہار فرمایا ۔اپنے والد محترم کی بات سن کر حضرت اسماعیلؑ نے پرسکون لہجے میں ارشاد فرمایا:

"ابا جان! آپ اللہ کا حکم بجالایئے ۔۔انشاء اللہ آپ مجھ کو صابر پائیں گے"

اپنے صابر بیٹے کا جواب سن کر ابراہیمؑ کا سر فخر سے بلند ہو گیا اور آپؑ حضرت اسماعیلؑ کو ہمراہ لے کر منیٰ کے میدان کی جانب روانہ ہو گئے ۔اس لمحے جب آپؑ روانہ ہو رہے تھے تو شیطان نے حضرت ہاجرہؓ کو بہکایا کہ ابراہیمؑ تمہارے بیٹے کو ذبح کرنے کے لئے ساتھ لے جا رہا ہے ۔جس پر حضرت ہاجرہؓ نے نہایت استقلال کے ساتھ شیطان کو جواب دیا ۔

"اے ملعون !دور ہو جا ۔اگر اللہ کا یہی حکم ہے تو اس کے سامنے ہمارا سر تسلیم خم ہے ۔"

راستے میں شیطان نے حضرت ابراہیمؑ کو بھی تین مرتبہ بہکانے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا ۔

منیٰ پہنچ کر حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسماعیلؑ کو زمین پر لٹایا اور اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ لی تا کہ شفقت پدری حکم الٰہی کی تعمیل میں مانع نہ ہو ۔اس کام سے فارغ ہو کر آپؑ نے اللہ کا نام لے کر اپنے لختِ جگر کے گلے پر پوری طاقت سے چھری پھیر دی ۔

چھری پھرنے کے بعد جب آپؑ کو یقین ہو گیا کہ حضرت اسماعیلؑ کو اللہ کی راہ میں قربان کر چکے ہیں تو آپؑ نے اپنی آنکھوں سے پٹی کھول دی ۔اور یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ زمین پر حضرت اسماعیلؑ کی جگہ ایک مینڈھا ذبح کیا ہوا پڑا ہے اور فرزند ارجمند قریب ہی صحیح وسلامت کھڑے مسکرا رہے ہیں ۔۔اسی موقع پر باری تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوا ۔

"اے ابراہیمؑ! تو نے اپنا خواب سچ کر دکھایا ۔ہم نیکوں کو ان کی نیکی کا اسی طرح صلہ دیا کرتے ہیں" ۔

اس کے کچھ عرصہ بعد حضرت ابراہیمؑ نے اللہ تعالیٰ کے حکم پر حضرت اسماعیلؑ کے ساتھ مل کر خانہ کعبہ کی تعمیر فرمائی اور لوگوں کو حکم باری تعالیٰ پہنچایا کہ وہ ہر سال مقررہ تاریخوں پر بیت اللہ کا حج کرنے کے لئے جمع ہوں ۔

(اسی واقع کی یاد میں مسلمان ہر سال عید الاضحیٰ مناتے ہیں اور خانہ کعبہ پہنچ کر حج کرتے ہیں ۔ اس کے علاوہ حضرت ہاجرہؓ کے فرزند حضرت اسماعیلؑ کی نسل سے ہی محسن انسانیت سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پیدا ہوئے ۔)

نیکی میں دل کا سکون ہے

(حمیداللہ حمیدی)

نیکی کا جو تصور دین اسلام نے انسان کو دیا ہے وہ دوسرے ادیان سے مختلف ہے۔ دین اسلام کے نزدیک صوم وصلوٰۃ، حج ذکر، عبادت وتلاوت اور دیگر مذہبی رسوم کی ادائیگی کا نام ہی نیکی نہیں بلکہ ہر وہ حسن فکر اور عمل صالح ہے جس سے دوسرے انسانوں کو روحانی، جسمانی اور اخلاقی فائدہ پہنچے۔ وہ نہ صرف نیکی بلکہ عبادت بھی ہے۔

ہر وہ کام جس سے کسی مغموم دل کو خوشی مل جائے اداس چہرے پر مسکراہٹ پھیل جائے نیکی ہے (فرمان الٰہی ہے) یاد رکھو! تم نیکی کی معراج کو ہرگز نہیں پہنچ سکتے جب تک کہ تم اس چیز (یعنی مال دولت، جسم و جان اور اولاد) کو جو تمہیں بہت پیاری ہے اللہ کی راہ میں خرچ نہ کر ڈالو اور جو کچھ تم خرچ کرتے ہو اللہ تعالیٰ اسے بہت اچھی طرح جانتا ہے۔" (آل عمران)

ایمان سے مراد ان تمام چیزوں کو سچے دل سے ماننا ہے جنہیں تسلیم کرنے کی دعوت اللہ کے رسول ﷺ اور اس کی کتاب نے دی ہے۔ اور "عمل صالح" سے مراد اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ہدایت کے مطابق عمل کرنا ہے۔ دل ودماغ کا عمل صالح یہ ہے کہ آدمی کی فکر اور اس کے خیالات اور ارادے درست اور پاکیزہ ہوں۔ زبان کا عمل صالح یہ ہے کہ آدمی برائی پر زبان کھولنے سے بچے اور جو بات بھی کرے حق وانصاف اور راستی کے مطابق کرے اور اعضا کا عمل صالح یہ ہے کہ آدمی کی پوری زندگی اللہ کی اطاعت وبندگی میں اور اس کے احکام وقوانین کی پابندی میں بسر ہو

محسن انسانیت ﷺ کا فرمان ہے۔ بہترین انسان وہ ہے جو دوسروں کو (اپنی دولت علم وفن) سے فائدہ پہنچائے اور پھر فرماتے ہیں نیکی یہ ہے کہ جس سے نفس کو چین اور دل کو سکون ملے اور گناہ یہ ہے جو نفس (دل) میں خلش واضطراب پیدا کرے۔ اگر چہ لوگ اس کے جواز کا فتویٰ دیں۔ یعنی نیک عمل کرنے سے دل کو سکون ملتا ہے اور بدی یا گناہ کرنے سے انسان بے چینی

،خوف اور غم میں مبتلا رہتا ہے۔

اللہ تعالٰی نے بنی نوع انسان کے لئے ان گنت نعمتیں عطا کی ہیں وہ چاہتا ہے کہ امیر اور مخیرؔ لوگ جن کو مال و دولت، علم وحکمت، عقل و دانش، فن وتجربہ کی دولت سے نوازا گیا ہے، وہ دوسرے لوگوں اور معاشرے کو فائدہ پہنچائیں۔ جب انسان دوست لوگ اپنی پیاری چیزیں دوسرے کے فائدے، آرام اور دکھوں کے مداوا کے لئے صرف کرتے ہیں تو انہیں سچی خوشی ملتی ہے۔ ہر غم سے نجات مل جاتی ہے۔ ایسا روحانی سکون ملتا ہے جو صرف بانٹنے میں ہے لینے میں نہیں۔ ایسے صالح لوگ آخرت میں تو یقیناً اللہ کے سایہ رحمت و مغفرت میں ہوں گے لیکن دنیا میں بھی اللہ تعالٰی ان کو ہر قسم کے خوف، بے چینی اور ڈپریشن سے محفوظ رکھے گا اور ان کے گھر راحت کے گہوارے اور دل فرحت سے سرشار رہیں گے۔

اکثر مال دار لوگ ہر قسم کی دنیاوی نعمتوں، سامان نشاط اور رنگین محفلوں کی لذتوں کے باوجود حقیقی نشاط اور سکون دل سے محروم رہتے ہیں اور دنیاوی رنگینیوں اور لذتوں میں خوشی تلاش کرتے ہیں۔ دولت ومنصب کی محبت، کاروباری خسارے کی فکر، بینک بیلنس کا خیال، نمود ونمائش کا شوق، بلند مراتب کے خواب نے ان کی نیند حرام کر دی ہے۔ یہ ناداں حریص لالچی لوگ سود کھاتے ہیں۔ منافع سمیٹتے ہیں۔ بینکوں کے قرض واپس نہیں کرتے، دھوکہ دہی، غبن، رشوت سے دولت کماتے ہیں۔ نہ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، نہ ٹیکس دیتے ہیں اور نہ کبھی صدقہ وخیرات، اپنی دانش میں خود کو عقل مند اور ہوشیار سمجھنے والے حقیقت میں ناداں، فریب خوردہ اور بدنصیب بھی ہیں۔ دنیا میں مسلسل کرب و بے قراری، ذہنی انتشار ڈپریشن کے عذاب میں گرفتار رہتے ہیں اور آخرت میں بھی اذیت ناک سزا کے مستحق ہوں گے۔

دو خصلتیں ہر انسان کی فطرت میں پائی جاتی ہیں۔ (1) نیکی کے لئے جد و جہد کرنا (2) بدی یا شر کا ساتھ دینا۔ لیکن تاریخ انسانیت گواہ ہے کہ ہمیشہ خیر نے ہی بدی پر فتح حاصل کی ہے۔ صالح اور انسان دوست لوگوں نے ہی گلشن دنیا کو اپنی تمام تر صلاحیتوں، قوتوں، دولت و

خدمت سے انسانیت کے پھولوں سے سجایا ہے۔دنیا میں اگر یہ نفوس قدسیہ، نیک دل لوگ، خدمت خلق کے جذبے سے سرشار انسان اگر نا پید ہو جائیں تو یہ دنیا رہنے اور جینے کے قابل نہ رہے۔یہ دنیا ان ہی صالح لوگوں کے وجود کی خوشبوؤں سے مہک رہی ہے اور زندگی مسکرا رہی ہے اللہ تعالیٰ جمیل ہے کائنات میں اس کی ہر تخلیق اور نظام ارض وسما میں اس کے جمال وجلال کا پرتو ہے۔ہر چیز میں حسن وخیر سمایا ہوا ہے۔خالق کائنات بھی یہی چاہتا ہے کہ اس کے بندوں کے بھی ہر عمل، ہر کردار، ہر قول میں پاکیزگی اور حسن عیاں ہو کیونکہ حسن عمل ہی حسن زندگی ہے۔قرآنی تعلیمات کے مطابق نیک اور حسین عمل کرنے والے افراد کے قلب طمانیت وشادمانی سے معمور رہتے ہیں

"جو بھی اللہ اور آخرت پر ایمان لائے گا اور نیک عمل کرے گا۔بے شک اس کے لئے کسی خوف کا مقام ہے نہ رنج کا"۔(المائدہ)

زندگی میں نیکی کے مواقع آتے رہتے ہیں، انہیں کبھی ضائع نہ کریں۔چھوٹے چھوٹے نیک کاموں میں خوشی وسکون کے بے پناہ خزانے پوشیدہ ہیں۔کسی یتیم بھوکے بچے کو جو سردی سے کپکپا رہا ہو اگر آپ اپنا گرم کوٹ یا چادر اتار کر پہنا دیں، پیٹ بھر کر کھانا کھلا دیں اور کھیلنے کے لئے کھلونا بھی خرید کر دیں تو اس کے چہرے پر خوشی کی لہر اور آنکھوں میں امید کے چراغ جل اٹھیں گے۔لیکن اس کو مسکراتا اور مطمئن دیکھ کر جو قلبی سرور آپ کو نصیب ہوگا وہ ایک ایسی لازوال نعمت ہے جس کا تصور انسان کبھی نہیں کرسکتا۔جو لوگ دنیا میں خوشیاں بانٹتے ہیں اپنے مال وزر، علم وفن، تحریر وتقریر اور محنت کاوش سے انسانیت کو فائدہ پہنچاتے ہیں وہی اللہ کے محبوب اور اللہ کی مخلوق میں مقبول ہوتے ہیں ان ہی کے دم سے دنیا میں خیر وبھلائی، خدمت و محبت اور ایثار وقربانی کی قندیلیں روشن ہیں۔

دانشوروں کا کہنا ہے کہ انسان کی کوئی خوبی، وصف اور صلاحیت (علم وفن) اس وقت تک خوبی شمار نہیں ہوتی جب تک اس سے دوسروں کو فائدہ نہ پہنچے۔

وسوسوں کی حقیقت

(خالد محمود)

وسوسہ وہ خیال ہوتا ہے جو مقصد میں حائل ہو لیکن خیال مقصد میں حائل نہیں ہوتا۔ خیالات سے آدمی کو بچنا ممکن ہے۔ اچھے یا برے خیالات تو ہر وقت آتے رہتے ہیں ان کا آنا مضر نہیں۔ نہ نماز میں نہ ذکر میں بلکہ خیالات کا لانا اور خیالات پر جمنا مضر ہے۔ آدمی خود خیالات نہ لائے اور نہ سوچے ہاں اگر کوئی خود بخود خیال آجائے تو اس پر جمے نہیں بلکہ اس کو راستہ دیدے انسان کو دنیا سے مفر نہیں۔ دنیا میں رہتے ہوئے دنیا کا خیال نہ آئے یہ ممکن نہیں۔

نفس کے وساوس قوی ہوتے ہیں اور شیطان کے وسوسے کمزور ہوتے ہیں۔ جب شیطان کے وسوسہ کو نفس کی موافقت حاصل ہوتی ہے تو اس میں قوت پیدا ہو جاتی ہے۔ انسان گناہ پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ صرف اس وسوسہ پر گرفت ہوتی ہے جو بندہ مومن کو غافل کردے البتہ جو وسوسہ آئے اور گزر جائے اس پر گرفت نہیں۔ جب سالک پر وسوسہ کی بنا پر لغزش ہوتی ہے اور اس کو علم ہو جاتا ہے تو وہ عاجزی اور استغفار کرتا ہے۔ وسوسہ شیطان کی طرف سے بھی ہوتا ہے اور نفس کی طرف سے بھی لیکن دونوں کے وسوسوں میں لطیف فرق ہوتا ہے۔ جو وسوسہ نفس کی طرف سے ہوتا ہے وہ خفی (چھپا ہوا ہوتا ہے) اور جو شیطان کی طرف سے ہوتا ہے وہ کھلا ہوتا ہے۔ ہمارے دل کا کام شاہراہ پر ٹریفک کے سپاہی کی طرح ہے۔ خیالات کو گزارتے رہیں جمنے نہ دیں۔ خاموشی کے وقت خطرات کی نگہداشت ہو، وسوسہ اور خیال دل میں نہ ٹھہرے اور دل پر احوال کا مشاہدہ کرتا رہے۔ اپنی سوچوں کا نگران رہے۔

دل میں پیدا ہونے والے خیال کے تحت جو عمل وقوع پذیر ہوتا ہے اس عمل کے وجود میں آنے تک تمام مراحل پر آنکھ رکھو۔ شیطانی وساوس کی طرف قطعاً التفات نہ ہو بلکہ وسوسے کا آنا اپنے مومن ہونے پر دلیل سمجھ کر خوش ہو۔ صوفیاء کرام کے قلوب اسرار الٰہی کے محافظ ہیں ان کے

نزدیک وسوسے نفس امارہ کی آگ کے بجھتے ہوئے دھوئیں ہیں اور فانی لذتیں اور دنیوی امور جو ہواوہوس کی لپیٹ میں ہوں تباہ کن ہیں جو ایندھن کی مانند ہیں جس سے آگ زیادہ بھڑکتی ہے۔

وسوسے اکثر غیر اختیاری ہوتے ہیں، انسانی فطرت کا لازمہ ہیں، اور شیطان کو بس یہی وساوس پیدا کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔جس طرح ایک راستے پر ہر قسم کی سواری چل سکتی ہے اسی طرح دل کی راہ پر قسم قسم کے خیالات کا گزر ہوسکتا ہے۔انسان کو اپنے کام سے کام رکھنا چاہیے راستہ چلتے رہنا چاہیے صحیح منزل پر نگاہیں جمائے رکھنا چاہیے اور اسی سمت میں چلنا چاہیے۔

مطلوب کیفیت نہیں، بلکہ درست راہ پر چلنا اور پہنچنے کی کوشش کرنا ہے۔غیر اختیاری چیزوں کی وجہ سے چلنے کی کیفیت میں اونچ نیچ سے بحث نہیں ہے وہ تو ہوگی ہی۔

اگر وسوسوں کی جڑیں مذموم ہیں تو ان سے کنارہ کشی اختیار کرنا چاہیے، مثلاً دولت، حسن، جاہ۔۔اگر چہ پھر بھی مکمل چھٹکارا ممکن نہیں۔

وسوسوں کی یلغار کا قانون یہ ہے کہ جتنا انسان ان کی فکر کرے اور ان کو پوری قوت سے نکالنے کی کوشش کرے اتنا ہی وہ راسخ ہوجاتے ہیں۔وسوسے خیالات ہیں ان کو نکالنے کے لئے خیال کو ان پر مرکوز کرنے سے ان کو اور زیادہ غذا ملتی ہے۔اصل چیز یہ ہے کہ ان کے بارے میں لاپروا بن کر اپنے کام میں لگے رہو۔اس لاپروائی اور عدم توجہ سے یہ خود کمزور پڑنا شروع ہوجاتے ہیں۔

وسوسوں سے چھٹکارا

انسان ہر وقت وسوسوں کا شکار رہتا ہے، جس خیال کو انسان برا سمجھ کر رد کرتا ہے وہ بار بار آتا ہے۔کبھی دل، ایمان سے لبریز ہوتا ہے لیکن پھر وہی حالت ہوجاتی ہے۔پریشانی لاحق ہوجاتی ہے کہ کہیں دل پر مہر تو نہیں لگادی گئی۔وسوسوں پر پکڑ نہیں بلکہ وسوسے ایمان کی نشانی ہیں۔وسوسوں پر جو پریشانی اور اضطراب ہے، یہ اللہ کے نزدیک پسندیدہ چیز ہے۔وسوسوں سے چھٹکارا یا نجات ممکن نہیں۔ایک یہی اختیار تو اللہ تعالیٰ نے شیطان کو دیا ہے۔عمل پر کوئی آپ کو مجبور نہیں کرسکتا۔

ہر چیز کی ایک غذا ہوتی ہے جس سے وہ قوی ہوتی ہے اور اس کی نشو نما ہوتی ہے، جس طرح انسان کے کھانے پینے سے، درخت کی پانی، کھاد سے۔وسوسوں پر توجہ دینا اور اس کی پروا کرنا اور اس کے بارے میں سوچتے رہنا ہی درحقیقت وسوسوں کی غذا ہے۔آپ کوئی توجہ نہ کریں ،لاپرواہو جائیں ان کے بارے میں نہ سوچیں وہ خود اپنی موت مر جائیں گے۔جتنا آپ نکالنے کی کوشش کریں گے۔وہ قوی ہوں گے۔اس لئے کہ آپ کی توجہ اس پر ہوگی۔اس لئے علاج یہ ہے کہ آپ بالکل کوئی دوسری چیز سوچنا شروع کردیں۔توجہ خود بخود ہٹ جائے گی۔وسوسہ مر جائے گا یا اس وقت کے لئے فرار ہو جائے گا۔اللہ کو یاد کریں، اعوذ باللہ پڑھیں اس کے احسانات اور اس سے ملاقات کو یاد کرنا شروع کردیں، اپنے آپ کو کسی کام میں لگا دیں۔بے فکر ہو کر عمل کرتے رہیں۔

نماز میں جو پڑھ رہے ہو اس پر دھیان رکھو، دل میں ترجمہ دہراتے جاؤ اور بار بار اپنے آپ کو یاد دلاؤ کہ اللہ کے سامنے ہو۔اس سے باتیں کر رہے ہو، شاید یہ آخری موقع ہو۔پھر بھی جو کچھ وسوسہ آجائے اس پر استغفار کرو اور اپنے کام سے کام رکھو۔

رسالت اور قرآن: اس بات پر یقین محکم پیدا کرو کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری اور سچے رسول اور بندے ہیں اور قرآن اللہ تعالیٰ کی آخری اور سچی الہامی کتاب ہے۔ اور جیسی نازل ہوئی تھی آج تک اسی طرح ایک حرف یا زیر زبر کی کمی بیشی بغیر موجود ہے، اور اس کتاب کے تمام احکام پر پوری طرح عمل کرنے ہی سے دنیا اور آخرت دونوں میں کامیابی اور کامرانی کی زندگی حاصل ہوتی ہے۔

(اقتباس از تعمیر ملت)

فرمودات قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدی صاحبؒ

(مرتب: ماجد محمود توحیدی)

☆...... فقیر لوگ تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے نشان ہوتے ہیں جس طرح اللہ کا دروازہ اپنے بندوں کیلئے ہر وقت کھلا رہتا ہے۔ اسی طرح اللہ والے بھی جس حالت میں انسان آئیں انہیں سینے سے لگا لیتے ہیں۔

☆...... اگر ہم آنے والوں کے خلوص (اندر) کو دیکھنے لگیں تو ہمارے پیار میں فرق آجاتا ہے۔ (مطلب کوئی اگر بہت زیادہ طلب و خلوص اور تڑپ لے کر آتا ہے یا کوئی رسماً آتا ہے (بغیر طلب کے) فقیر اپنے فیض کی بارش سب پر یکساں کرتا ہے کیونکہ دلوں کو پھیرنا تو اللہ کا کام ہے)

☆...... بابا جان سے کسی بھائی نے پوچھا کہ یہ جو شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے بارے میں مشہور ہے کہ تمام اولیاء کرام کی گردن پر میرا پاؤں ہے" کیا درست ہے اور اس کی کیا حقیقت ہے ؟ بابا جان نے فرمایا "اللہ والے ایسی باتیں نہیں کیا کرتے "یہ بعد میں کسی نے کہا ہے۔

☆...... بابا جان سے کسی بھائی نے دعا کیلئے کہا تو آپ نے فرمایا "ہم تو سرکاری بندے ہیں اللہ اللہ کرو گے تو ہماری دعا" کڑک "بہت جلدی پہنچے گی۔

☆...... عشق کے گھوڑے پر سوار ہو کر شریعت کے راستے پر اپنا سفر طے کرو۔

☆......کامل ہونے کا خیال کبھی نزدیک بھی نہ آنے دو۔ چاہے حوریں نظر آئیں یا عرش نظر آئے

☆......قیامت کے روز اللہ تعالیٰ جو میدان لگائیں گے وہ یہ تکڑ (ترازو) تھوڑا ہوگا یہ تو مادی چیزیں تولنے کیلئے ہے وہاں تو میزان حضور سرور کائناتﷺ ہی ہوں گے کہ کون آپ کے اخلاق حسنہ مبارک کے کتنا قریب ہے۔ کون کتنا اس رنگ میں رنگا ہوا ہے۔

☆...... مسلمانوں نے جنگ کے دوران گھوڑے دریا میں ڈال دیئے تھے۔ یہ ایک معجزہ تھا اس سے بھی بڑا معجزہ یہ تھا کہ مسلمان دولت کی طغیانی میں ڈوبے بغیر گزر گئے۔ (سب اللہ کی محبت ہے)

☆...... شکر یہ نہیں کہ زبان سے کہو کہ اللہ تیرا شکر ہے۔ بلکہ اللہ کی نعمتوں کا احساس اور احسان شناسی ہی شکر ہے۔

☆...... مسلمان اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور نبی پاک ﷺ کی پیاری اُمت ہے جو اس میں فساد کرائے اور قتل کرائے وہ حضور رحمت اللعالمین سے رحمت کی امید نہ رکھے۔

☆...... فقر یہ نہیں کہ پاس مال نہ ہو۔ فقر یہ ہے کہ دل میں اس کا خیال نہ ہو۔

☆...... محبت کبھی ختم نہیں ہوتی اور خواہش ختم ہو جاتی ہے جب اس کی تسکین ہو جائے۔

☆ اللہ کی یاد (ذکر اللہ) دین کی روح ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے دل میں اپنی محبت ڈال رکھی ہے اور اصل میں اللہ والوں کا ہی کام ہے کہ اس سوئی ہوئی اللہ کی محبت کو بیدار کریں۔

☆ غوث، ولی یا کوئی اور نہیں عبدیت ہی انسان کیلئے سب سے بڑا مقام ہے اللہ نے اپنے رسولوں کو "عبدہٗ" ہی کہا ہے۔ مقام بندگی دے کر نہ لوں شان خداوندی

☆...... حضور ﷺ کے آخری الفاظ تھے۔ "نماز پڑھنا اور اپنے ماتحتوں سے اچھا سلوک کرنا" موجودہ پیر لوگوں کو نماز سے روکتے ہیں یا ترغیب نہیں دیتے وہ لوگوں کو کس طرف لے کر جا رہے ہیں

☆...... میں ایک بار بابا جان کے پاس ان کے آبائی گاؤں میں بیٹھا ہوا تھا میں نے پوچھا۔ بابا جان ویسے تو پوری تعلیم کے ہوتے ہوئے کسی ایک چیز کا پوچھنا نا لائقی ہے پھر بھی بتا دیجئے کوئی ایک چیز جس پر عمل سے انسان اللہ، اللہ کے رسول ﷺ اور بابا جی (قبلہ انصاری صاحبؒ) کی نظر میں سرخرو ہو سکے۔ آپ نا لائقی والی بات پر مسکرائے اور پھر جواب دیا۔

"توکل" یعنی اللہ پر بھروسہ، یہی سب کچھ ہے۔ فقیر اللہ پر توکل رکھتا ہے۔

☆...... ایک بار راقم الحروف اور حافظ یٰسین بابا جان کے پاس مرکز تعمیر ملت میں بیٹھے تھے۔ بابا جان گجرات کے ایک پروفیسر صاحب کا ذکر فرما رہے تھے کہ وہ بہت زیادہ کثرت سے نبی پاک ﷺ پر درود پاک پڑھتے تھے۔ اتنی کثرت سے کہ انہیں جاگتے ہوئے حضور ﷺ کی

زیارت نصیب ہوئی بابا جان نے فرمایا یہ بہت ہی خوش نصیبی اور سعادت کی بات ہے کہ کسی کو جاگتے میں حضورﷺ کا دیدار ہو۔ دنیا میں کسی کسی کو یہ ہوتا ہے۔ میرے ذہن میں سوال اُبھرا اور میں نے پوچھا کہ بابا جان اس بات سے یہ سوال جنم لیتا ہے کہ آیا درود پاک کی کثرت یا حضورﷺ کی حیات طیبہ کی مکمل پیروی ان میں سے کون سی چیز حضورﷺ کے قریب کر سکتی ہے۔ "یعنی حضورﷺ کی سیرت کی مکمل پیروی جو اللہ نے قرآن میں فرمایا ہے۔

ارشادات عالیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ

حسن اخلاق تمام علم وتربیت، فضل و کمال، زہد وتقوی، عبادت وریاضت اور ولایت ومعرفت کا نتیجہ یہ ہونا چاہئے کہ آدمی حسن اخلاق کا پتلا اور رحم و کرم کا مجسمہ ہو۔ جب تک یہ نہ ہوگا ہم کتنی ہی نمازیں پڑھیں، روزے رکھیں، حج کریں یا زکوٰۃ دیں، ملت اپنا کھویا ہوا مقام حاصل نہیں کر سکتی۔ اس لیے ضروری ہے کہ عبادت کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ ہر مسلمان حسن اخلاق یا اخلاق کامل پیدا کرے۔ حسن اخلاق صرف ان باتوں میں مضمر ہے کہ اول تمہارے کسی قول و فعل یا حرکت سے کسی انسان کو رنج، تکلیف یا نقصان نہ پہنچے، سوائے اس حالت کے جب تم پر ظلم ہو رہا ہو یا تم کو فرائض بجا آوری میں حق کی خاطر ایسا کرنا پڑے۔ دوسرے یہ کہ ہمیشہ خوش رہو اور دوسروں کو خوش رکھو، ہر ایک کو خوش رکھنا بہت مشکل ہے، تمہارا کام صرف کوشش کرنا ہے، اگر سب نہیں تو زیادہ سے زیادہ لوگ تو خوش رہ سکیں گے۔ **(اقتباس از تعمیر ملت)**

رضا الٰہی کی جستجو

(ابوحمزہ عبدالخالق صدیقی)

رضائے الٰہی کی تلاش اعلیٰ ترین مقام ہے۔اس کے بعد کوئی ایسا مقام نہیں جس کو بندہ طلب کرے۔اس لئے انبیاء کرامؑ اور صحابہ کرامؓ کی علامات بیان کرتے ہوئے ارشادفرمایا کہ وہ ہرلمحہ اور ہر گھڑی رضائے الٰہی کے متلاشی رہتے ہیں۔

"محمدﷺ اللہ کے رسول ہیں اور جولوگ ان کے ساتھ ہیں، وہ کافروں کے لئے بڑے سخت ہیں، اور آپس میں نہایت مہربان ہیں آپ انہیں رکوع اور سجدہ کرتے دیکھتے ہیں، وہ لوگ اللہ کی رضا اور اس کے فضل کی جستجو میں رہتے ہیں سجدوں کے اثر سے ان کی نشاندہی ان کی پیشانیوں پر عیاں ہوتی ہے۔" (الفتح29)

"خالق کے ساتھ ان کا معاملہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے ربّ کی جنت اور اس کی خوشنودی کے لئے کثرت سے نماز پڑھتے ہیں اور اللہ کے ان نیک بندوں کی نشانی، کثرتِ سجود اور کثرت تہجد و نوافل کی وجہ سے ان کی پیشانیوں پر پائی جاتی ہے"۔

مومن کا طریق اللہ کی رضا:

مومن بندہ اپنا ہر عمل ربّ تعالیٰ کی رضا کے لئے کرتا ہے اور جب بات ایسی ہے کہ وہ محض اپنے ربّ کی رضا کے لئے عمل کرتا ہے تو اسے اپنے ربّ کی طرف سے ایسا بدلہ ملے گا جس سے وہ خوش ہو جائے گا، یعنی ربّ العالمین اسے جنت میں داخل کرے گا۔

"اور اس (جہنم) سے وہ شخص بچالیا جائے گا جو اللہ سے بڑا ڈرنے والا ہوگا۔ جو شخص اپنا مال (اللہ کی راہ میں) دیتا ہے تا کہ اپنے نفس کو پاک کرے۔اور کسی آدمی کا اس پر کوئی احسان نہیں ہوتا جس کا بدلہ چکایا جائے۔مگر وہ اپنے ارفع و اعلیٰ رب کی رضا چاہتا ہے۔اور وہ عنقریب راضی ہو جائے گا۔"

سیدنا ابو بکرؓ ان نیک لوگوں میں بدرجہ اولیٰ داخل ہیں جن کی صفات ان آیات میں بیان کی گئی ہیں۔اس لئے کہ وہ صدیق تھے،متقی تھے،کریم تھے،اور اپنا مال اپنے ربّ کی خوشنودی اور اطاعت اور رسول اللہﷺ کی نصرت و تائید کے لئے خرچ کرتے تھے۔انہوں نے محض اپنے ربّ کریم کی رضا کی خاطر بہت سارے اموال خرچ کئے،لوگوں کا ان پر کوئی احسان نہیں تھا جسے چکانے کے لئے وہ ایسا کرتے تھے۔اس لئے سردار ثقیف عروہ بن مسعود کو صلح حدیبیہ کے موقع پر جبکہ ابو بکر صدیقؓ نے اسے ڈانٹا تو اس نے کہا: اللہ کی قسم! اگر تم نے مجھ پر احسان نہ کیا ہوتا جس کا بدلہ میں نے تمہیں نہیں چکایا ہے، تو میں تمہاری باتوں کا جواب ضرور دیتا۔

جو لوگ اللہ تعالیٰ کی محبت سے سرشار ہو کر اس کے بندوں کو کھانا کھلا کر یا ان کی کسی اور مصیبت میں مدد کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے ان اعمال سے خوش اور راضی ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے:

"اور اپنے لئے کھانے کی ضرورت ہوتے ہوئے، اسے مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھلا دیتے ہیں۔(ان سے کہتے ہیں) ہم تمہیں صرف اللہ کی خوشنودی کے لئے کھلا رہے ہیں، ہم نہ تم سے کوئی بدلہ چاہتے ہیں اور نہ کوئی کلمہ شکر۔ہم اپنے رب کی جان سے اس دن سے ڈرتے ہیں جو بڑا ہی اداس بنانے والا ہوگا اور جس کی تیوری چڑھی ہوگی۔تو اللہ نے انہیں اس دن کی برائی سے بچالیا اور انہیں چہرے کی شادابی اور فرحت عطاء کی۔(الدھر 8تا11)

اللہ تعالیٰ کی رضا چاہنے والوں کی محبت دوسرے لوگوں کے دلوں میں:

رسول اللہﷺ نے اپنے ایک ارشاد میں رضا الٰہی کا ثمرہ بیان فرمایا کہ اللہ کی رضا چاہنے والوں کی محبت دوسرے لوگوں کے دلوں میں ڈال دی جاتی ہے۔

سیدنا ابو ذرؓ فرماتے ہیں: میں نے نبی کریمﷺ سے عرض کیا۔یا رسول اللہ بعض دفعہ بندہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے عمل کرتا ہے، لیکن اس عمل کی وجہ سے لوگ اس سے

محبت کرنے لگتے ہیں؟تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ مومن کے لئے دنیا ہی میں خوشخبری ہے۔"

اللہ تعالٰی کی رضا حاصل کرنے والا ایمان کی مٹھاس محسوس کرلیتا ہے:

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

"اس شخص نے ایمان کی مٹھاس پالی جو اللہ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے اور محمد ﷺ کے رسول ہونے پر راضی ہوگیا۔"

رضائے الٰہی کی خاطر کلمہ توحید پڑھنے والوں کی بخشش:

کلمہ توحید **لا اِلٰہ اِلّا اللہ** بڑی عظمت والا ہے، جو شخص رضائے الٰہی کے لئے اس کا اقرار کرے گا اور دل سے اس کی تصدیق کرے گا، اللہ تعالٰی نے ایسے بندے پر جہنم کی آگ کو حرام کردیا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

یقیناً اللہ تعالٰی نے ایسے شخص پر جہنم کی آگ حرام کردی ہے جو رضائے الٰہی کے لئے **لا اِلٰہ اِلّا اللہ** کا اقرار کرتا ہے۔"

کلمہ **لا اِلٰہ اِلّا اللہ** کی عظمت کا اندازہ فرمائیں۔سیدنا نوحؑ کی وفات کا وقت آیا تو اپنے بیٹے سے فرماتے ہیں: میں تجھے **لا اِلٰہ اِلّا اللہ** پر سختی سے کاربند رہنے کی وصیت کرتا ہوں، کیونکہ اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں ترازو کے ایک پلڑے میں رکھی جائیں اور **لا اِلٰہ اِلّا اللہ** دوسرے پلڑے میں تو **لا اِلٰہ اِلّا اللہ** وزنی ثابت ہوگا۔

اللہ تعالٰی کے فیصلوں پر راضی رہنا باعث سعادت ہے:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "ابن آدم کی سعادت مندی اور خوش بختی اسی میں ہے کہ وہ اللہ تعالٰی کے فیصلوں یعنی تقدیر پر راضی رہے۔"

صبر اور شکر کے ذریعے اللہ کی رضا تلاش کرو:

صبر اور شکر بھی اللہ تعالٰی کو راضی کرنے کا بہت بڑا ذریعہ ہیں۔اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے:

"اور اگر تم شکر گزار بنو گے تو وہ تمہاری طرف سے اسے پسند کرے گا۔" (الزمر: 7)

سیدنا ربیع بن انسؒ فرماتے ہیں: کسی کے دیندار ہونے کی علامت یہ ہے کہ وہ ظاہری اور باطنی دونوں حالتوں میں اخلاق اختیار کرے۔ اور شکر کی علامت یہ ہے کہ وہ اللہ کی تقدیر پر راضی رہے اور اس کے فیصلوں کو تسلیم کرے۔

تقدیر پر راضی رہنا اللہ تعالیٰ کی رضا کا مستحق بناتا ہے:

اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر شاکر رہنا، احساس کمتری کا شکار نہ ہونا، مصائب و آلام پر صبر کرنا اور نعمتوں پر اللہ کی حمد بیان کرنا اللہ تعالیٰ کی رضا کا مستحق ٹھہراتا ہے، سیدنا لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو وصیت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: "اے بیٹے! میں تجھے ایسی نصیحتیں کرتا ہوں جو تجھے ربّ کے قریب کر دیں گی، اللہ کی ناراضگی اور غصے سے بچائیں گی۔ (وہ یہ کہ) تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کر اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کر، اور اللہ تعالیٰ کی اچھی اور بری تقدیر پر رضامندی کا اظہار کر۔"

بعض سلف کا کہنا ہے: جو بندہ اللہ تعالیٰ پر توکل کرے اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور فیصلوں پر رضا کا اظہار کرے، پس تحقیق اس نے اپنے ایمان کو درست کر لیا۔

ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی رضا چاہو:

ہر شخص کو چاہیے کہ وہ ہر لمحہ اور ہر گھڑی اس کوشش میں رہے کہ وہ اپنے رب کو راضی کرے، ہر اس کام سے بچنے کی کوشش کرے جو ربّ کریم کو ناراض کرنے والا ہو۔ اللہ تعالیٰ کے پاک پیغمبر ﷺ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے اس کی پناہ طلب کیا کرتے تھے۔

ثابت قدمی کی دعا:

"اے اللہ! (میں تجھے واسطہ دیتا ہوں) تیرے غیب کے علم کا، اور مخلوق پر تیری قدرت کا، جب تک تو میرے لئے زندگی کو بہتر جانتا ہے، اس وقت تک مجھے زندگی عطا کر، اور جب میرے لئے فوت ہونے کو بہتر جانے تو اس وقت مجھے فوت کر۔ اے اللہ! میں تجھ سے پوشیدگی اور

ظاہر میں تیری خشیت کا سوال کرتا ہوں اور میں تجھ سے خوشی اور ناراضگی میں کلمہ حق کہنے کا سوال کرتا ہوں، نیز فقر اور دولت مندی میں میانہ روی کا سوال کرتا ہوں اور تجھ سے نہ ختم ہونے والی نعمت کا سوال کرتا ہوں، اور میں تجھ سے ایسی آنکھوں کی ٹھنڈک کا سوال کرتا ہوں جو کبھی ختم نہ ہو اور تجھ سے تقدیر پر راضی رہنے کا سوال کرتا ہوں اور میں تجھ سے موت کے بعد اچھی زندگی کا سوال کرتا ہوں اور میں تجھ سے تیرے چہرے کی جانب دیکھنے کی لذت اور تیری ملاقات کے شوق کا طالب ہوں، نہ مجھے نقصان پہنچانے والی تکلیف پیش آئے اور نہ ایسی آزمائش ہو جو مجھے راہ حق سے دور کرے اے اللہ! ہمیں ایمان کی زینت سے مزین فرما اور ہمیں ہدایت یافتہ اور ہدایت پر ثابت قدم رکھ۔"

روایت ہے کہ حضرت موسیٰ سے لوگوں نے کہا کہ حق تعالیٰ سے یہ تو دریافت کر دیجئے کہ اس کی رضا حاصل کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ تا کہ ہم بھی اس طرح کیا کریں۔وحی نازل ہوئی کہ ان لوگوں سے کہہ دو کہ مجھ سے راضی رہیں تا کہ میں بھی ان پر راضی رہوں۔

سب نعمتوں میں سے بڑی نعمت اللہ تعالیٰ کی رضا:

سب انعامات جو اللہ تعالیٰ نے بنی آدم پر کئے ہیں، ان میں سے بڑا انعام اور بڑی نعمت اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ہے۔جنت کا حاصل کر لینا بھی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے لیکن رضائے الٰہی کا حصول اس سے بھی بڑی نعمت ہے ۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "اللہ نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو جنتوں کا وعدہ کیا ہے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں ہمیشہ رہیں گے، اور جنّات عدن میں عمدہ مکانات کا وعدہ کیا ہے، اور اللہ کی خوشنودی سب سے بڑھ کر ہوگی، یہی عظیم کامیابی ہوگی ۔"(التوبہ)

آخرت میں انہیں ایسی جنتیں ملیں گی جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور جنات عدن میں اچھے مکانات ملیں گے اور ان سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ ان سے ہمیشہ کیلئے خوش ہو جائے گا۔

علامہ ابن قیمؒ اس آیت کے تحت رقمطراز ہیں کہ رضا الٰہی کا حاصل ہوجانا جنت و مافیہا سے بھی بڑی نعمت ہے۔ کیونکہ "رضا" اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور "جنت" مخلوق ہے۔ مزید لکھتے ہیں: چونکہ بندے دنیا میں اپنے رب پر راضی ہو گئے تھے تو اس کے عوض اللہ تعالیٰ بھی ان سے راضی ہو گیا۔ پس جب یہ جزاء سب نعمتوں سے افضل و اعلیٰ ہے تو اس کے اسباب اور ذرائع اعلیٰ ہی ہونگے۔

اہل جنت کو جنت میں ہر وہ نعمت عطاء کی جائے گی جس کی وہ تمنا کریں گے۔ اور پھر تمام انعامات سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کا مژدہ سنایا جائے گا۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "اس میں انہیں اپنی مرضی کی ہر چیز ملے گی اور ہمارے پاس ان کی خواہش سے زیادہ نعمتیں ہیں۔" (ق 35)

جس چیز کی بھی خواہش کریں گے وہ چیز چشم زدن میں ان کے پاس ہوگی، اور ان تمام نعمتوں کے علاوہ سب سے بڑی نعمت یہ ہوگی کہ باری تعالیٰ اپنا چہرہ انور ان کے سامنے کر دے گا جس کا وہ نظارہ کریں گے۔ سیدنا صہیبؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"جب جنتی جنت میں داخل ہو جائیں گے تو اللہ تبارک و تعالیٰ فرمائے گا: کسی چیز کی ضرورت ہے وہ تمہیں عطا کر دوں؟ وہ کہیں گے اے اللہ! تو نے ہمارے چہرے روشن کر کے جنت میں داخل کیا اور جہنم سے نجات دے دی؟ (اب ہمیں کیا چاہیے؟) پھر پردہ ہٹایا جائے گا، وہ اللہ کے چہرے کا دیدار کریں گے، اللہ کے دیدار سے بڑھ کر کوئی چیز انہیں محبوب نہ دی جائے گی۔ پھر آپ نے یہ آیت (بالا) تلاوت فرمائی۔"

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ فاجروں کے دیدار الٰہی سے محروم رہنے کا صاف مطلب یہی ہے کہ نیکوکار لوگ دیدار الٰہی سے سیراب کئے جائیں گے۔ احادیث سے ثابت ہو چکا ہے اور اس آیت کے الفاظ صاف دلالت کرتے ہیں کہ ایماندار دیدار باری تعالیٰ سے مسرور ہونگے: "اس روز بہت سے چہرے تر و تازہ اور بارونق ہوں گے اور اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوں گے۔"

بہترین خطا کار

(مولانا خالد سیف اللہ)

انسان خیر و شکر کا مجموعہ ہے، یہ نیکیوں پر قادر ہے، لیکن برائیوں سے عاجز نہیں، نہ فرشتہ ہے کہ برائی کا خیال تک دل میں نہ آئے اور نہ شیطان ہے کہ ضلالت و گمراہی سے کبھی دل خالی ہی نہ ہو، اس لئے اسے اس "امتحان گاہ" میں رکھا گیا ہے کہ دیکھا جائے کہ اس کی نیکیاں برائیوں پر فتح پاتی ہیں یا برائیاں نیکیوں پر غالب آتی ہیں، انبیاء کے سوا کوئی انسان نہیں جو غلطی اور خطا سے یکسر محفوظ ہو، گویا غلطی انسان کی سرشت میں ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو انسان فرشتہ بن جائے۔ انبیاء کے بعد سب سے کامل انسان وہ لوگ ہوتے ہیں جن کو انبیاء کی رفاقت اور نصرت کے لئے منتخب کیا جاتا ہے، لیکن اس مقام و مرتبہ کے باوجود بعض اوقات پیغمبروں کے اصحاب سے بھی غلطیاں صادر ہوئی ہیں، البتہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ان کو فوراً ہی اپنے گناہ پر ندامت اور پشیمانی ہوتی ہے اور اس طرح یہی نہیں کہ ان کی یہ ندامت اس گناہ کی تلافی کا سامان بن جاتی ہے، بلکہ ان کا اس طرح گناہ کرنا اور پھر گناہ کے بعد اللہ تعالیٰ کی جلالتِ شان کے مطابق پشیمان ہونا اُمت کے لئے اُسوہ قرار پاتا ہے۔

آپ ﷺ نے اسی حقیقت کو اس طرح ارشاد فرمایا کہ ہر ابن آدم ضرور خطا کرتا ہے، لیکن بہترین خطا کار وہ ہیں جو گناہ کا ارتکاب کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے دروازۂ مغفرت پر اپنی ندامت کی پیشانی رکھ دیں اور توبہ کرلیں، **خیر الخطائین التوابون** مخلوق کا مزاج یہ ہے کہ وہ انتقام لے کر خوش ہوتی ہے، اس سے اس کے جذبۂ انا کی تسکین ہوتی ہے اور کلیجہ ٹھنڈا ہوتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کی رحمت غالب ہے اور وہ رحمٰن و رحیم اور غفور و کریم ہے اسی لئے اسے گناہ گاروں اور کوتاہ کاروں کو معاف کر کے خوشی ہوتی ہے، انسان انتقام کے لئے بہانے ڈھونڈتا ہے اور اللہ تعالیٰ بہانوں سے مغفرت کے فیصلے فرماتے ہیں، کسی نے حج کرلیا تو پچھلی پوری زندگی کا

گناہ معاف کر دیا،عمرہ کرلیا تو ایک عمرہ سے دوسرا عمرہ کے درمیان کے گناہ معاف ہو گئے،بعض روزے ہیں کہ پورے صغیرہ گناہوں کے کفارہ ہیں،نمازیں بھی جسم سے گناہوں کے میل کو صاف کرتی ہیں،صدقات بھی گناہوں کا کفارہ بنتے ہیں ۔یہ اللہ تعالیٰ کی شانِ کریمی ہے کہ چھوٹے چھوٹے عمل کی بنیاد پر انسان کے گناہ معاف ہوتے جائیں ۔

قرآن مجید نے اللہ تعالیٰ کو "عفو" یعنی بہت معاف کرنے والا قرار دیا ہے،عربی زبان میں "عفو" کے اصل معنی مٹانے کے ہیں(القاموس المحیط 1181)پس "عفو" کے معنی مٹا دینے والے کے ہوئے ۔اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جن گناہوں کو معاف کرتے ہیں ان کو بالکل ہی مٹا دیتے ہیں اور شاید نامہ اعمال سے بھی محو فرما دیتے ہیں ۔ یہ کتنی بڑی شانِ کریمی ہے! انسان کسی کو معاف بھی کر دے تو وہ غلطی کو لوحِ قلب سے مٹانے کو تیار نہیں ہوتا ،وہ وقتی طور پر جذبہء انتقام کو دبالیتا اور جب کبھی تعلقات میں ناہمواری آئی تو پھر اس کو اس کا نامہء اعمال دکھانے اور چھپے ہوئے واقعات کو منظر عام پر لانے کے لئے کمر کس لیتا ہے، سیاست کی دنیا میں تو اکثر اسکینڈل اسی طرح ظہور میں آتے ہیں،لیکن اللہ تعالیٰ کے یہاں درگزر کا دامن اتنا وسیع ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بات کو معاف فرماتے ہیں تو اس کو ریکارڈ سے ہی حذف کر دیتے ہیں۔

توبہ کا تصور جہاں آخرت میں انسان کے لئے نافع ہے،وہیں دنیا میں بھی کچھ کم نافع نہیں ۔اگر ایک کے اندر نا امیدی اور مایوسی پیدا ہوگی ،جرم کا حوصلہ بڑھے گا اور جرم پیشہ اذہان سوچنے لگیں گے کہ جب دوزخ مقرر ہی ہو چکی ہے تو دنیا ہی کی لذت اٹھالی جائے اور جہاں ایک دفعہ جرم کا ارتکاب ہوا دس اور سہی،اس سے جرم میں اضافہ اور سماج میں زندگی اجیرن ہو جائے گی ۔اس لئے توبہ کا تصور دنیا میں بھی ایک بڑی رحمت ہے اور اس سے سماج کا امن و آشتی متعلق ہے

توبہ کے لئے اصل محرک اپنے گناہوں اور کوتاہیوں کا احساس ہے،انسان اپنے گناہ پر ندامت اور پشیمانی محسوس کرے،اپنے گناہوں کو یاد کر کے اس کا دل لرزنے لگے،خدا کے سامنے

اس کے ہونٹ کپکپانے لگیں، آنکھوں کے آنسو دل کی بے چینی اور اضطراب کی گواہی دیں اور اس کا ضمیر گناہوں کے بوجھ تلے اپنے آپ کو دبا ہوا محسوس کرے، اس پشیمانی اور سچی ندامت کے بغیر محض زبان سے توبہ کے الفاظ کہہ دینا کافی نہیں۔ انسان پر اپنی قلبی کیفیت کے لحاظ سے گناہ کا کیا اثر مرتب ہوتا ہے؟ اس کو آپ ﷺ نے ایک مثال سے واضح فرمایا کہ نیک اور صالح مسلمان جب کسی گناہ کا مرتکب ہوتا ہے تو اسے ایسا لگتا ہے کہ جیسے اس کے سر پر پہاڑ جیسا بوجھ ہے اور جو شخص گناہوں کا عادی ہو جاتا ہے اسے گناہ سے یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے کوئی مکھی ہے جو ناک پر بیٹھی ہوئی ہے، ذرا ہاتھ ہلایا اور اڑ گئی۔ ایک اور روایت میں ہے کہ جب کوئی شخص گناہ کا مرتکب ہوتا ہے تو اس کے قلب پر ایک سیاہ دھبہ پڑ جاتا ہے، اگر توبہ کر لے تو دھل جاتا ہے اور توبہ نہ کرے تو جوں جوں گناہ کرتا جاتا ہے قلب پر دھبے بڑھتے جاتے ہیں، یہاں تک کہ پورا قلب سیاہ ہو جاتا ہے، اب انسان گناہ کرتا ہے اور اس کا احساس تک نہیں ہوتا۔

حقیقت یہ ہے کہ انسان کے لئے بے توفیقی سے بڑھ کر کوئی محرومی نہیں۔ جیسے دنیا میں بہت سے امراض ہیں جس سے آدمی دوچار ہوتا ہے لیکن سچ پوچھئے تو شاید "جنون" سے بڑھ کر کوئی مرض نہیں، اس لئے نہیں کہ اس میں تکلیف زیادہ ہوتی ہے، بلکہ اس لئے کہ اس میں مریض کو اپنے مریض ہونے کا احساس نہیں رہتا، وہ بیمار رہتا ہے، لیکن اپنے آپ کو صحت مند تصور کرتا ہے، اس کو علاج کی ضرورت ہوتی ہے لیکن وہ اپنے آپ کو علاج کی ضرورت سے بری سمجھتا ہے، اسی طرح توبہ سے بے توفیقی ایک "روحانی جنون" ہے کہ انسان گناہ میں مبتلا ہے، سر سے پاؤں تک گناہ میں ڈوبا ہوا ہے، لیکن اپنے گناہگار ہونے کا کوئی احساس نہیں کرتا اور کبھی یہ خیال نہیں کرتا کہ خدا کی چوکھٹ پر ندامت اور شرمندگی کی پیشانی رکھے اور التجا کی زبان کھولے۔ اللہ نہ کرے کہ کوئی مسلمان ایسی محرومی اور بدبختی سے دوچار ہو۔

توبہ کے لئے پچھلے کئے پر ندامت کے ساتھ مستقبل کا عزم مصمم بھی ضروری ہے، آدمی اپنے دل میں یہ ارادہ رکھے کہ وہ آئندہ کبھی بھی اس غلطی کا اعادہ نہ کرے گا، اس بات کا نام

تو بہ نہیں کہ ابھی غلطی کئے دیتے ہیں پھر کبھی گناہ ہوگیا تو پھر توبہ کر لی جائے گی کیوں کہ اس طرح کی سوچ اس بات کی علامت ہے کہ وہ زبان اور دل کی رفاقت کے ساتھ پشیمانی کا اظہار نہیں کر رہا ہے اور اپنی توبہ میں صادق القول نہیں ہے۔

ہر گناہ سے توبہ کا ایک ہی طریقہ نہیں بلکہ اس کے لئے بھی شریعت نے کچھ اصول مقرر کر دیئے ہیں جن گناہوں کے لئے قرآن وحدیث میں کوئی کفارہ مقرر کر دیا گیا ہو تو ان کی توبہ یہ ہے کہ کفارہ ادا کیا جائے مثلاً کسی شخص نے جان بوجھ کر روزہ توڑ دیا تو ساٹھ روزے رکھنا اور اس پر قدرت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا یا دس مسکینوں کو کپڑا پہنانا اس کا کفارہ ہے

بعض کوتاہیوں پر شریعت نے قضاء واجب قرار دی ہے جیسے کسی شخص سے عذر کی بناپر روزہ فوت ہوگیا تو اس پر ان روزوں کی قضا واجب ہے ہوش وحواس کی حالت میں نمازیں قضاء ہوگئیں تو ان کی بھی قضا واجب ہے۔ ان کوتاہیوں کی توبہ یہی ہے کہ فوت شدہ نمازوں کی قضا کی جائے اسی طرح بعض عبادتوں کے فوت پر فدیہ واجب قرار دیا ہے جیسے کوئی شخص بہت ضعیف یا مریض ہو روزہ رکھنے پر قادر نہیں اور بظاہر مستقبل قریب میں صحت یاب ہونے کی بھی توقع نہیں تو ایسے شخص کیلئے یہ سہولت ہے کہ ہر روزہ کے عوض ایک فدیہ ادا کردے یعنی ایک غریب محتاج شخص کو دو پہر اور رات کا کھانا کھلائے یا صدقہ فطر کے بقدر غلہ دے دے۔ جب کسی شخص کا انتقال ہو جائے تو بجائے اس کے کہ لہو ولعب میں پیسے خرچ کیے جائیں "کفارہ" اور "فدیہ" ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے کہ ان سے متوفی کو راحت حاصل ہوگی۔

کچھ گناہ اور کوتاہیاں بندوں کے حقوق سے متعلق ہیں۔ یہ حقوق دو طرح کے ہیں مالی اور غیر مالی۔ انسان سے متعلق مالی حقوق میں کوتاہیوں کی توبہ یہ ہے کہ صاحب حق کو اس کا حق ادا کر دیا جائے یا اس سے معاف کرالیا جائے کسی کا قرض باقی ہو، بلا اجازت کسی کی چیز استعمال کر لی ہو کسی کو اس کے حق سے محروم کر دیا ہو میراث میں اپنے حق سے زیادہ لے لیا ہو یہ تمام صورتیں مالی حق تلفی کی ہیں ان کا ادا کرنا ضروری ہے اور اگر ادا کرنے کے لائق نہ ہو تو ضروری ہے کہ اس سے

معذرت کرلے اوراس کو راضی کر کے اپنا گناہ معاف کرالے بعض حقوق غیر مالی ہوتے ہیں جیسے کسی کو گالی دی کسی کا تمسخر کیا اور برا بھلا کہا کسی کی غیبت کی، بہتان لگایا یہ تمام باتیں حق تلفی اور گناہ کے دائرے میں آتی ہیں۔ان گناہوں کی توبہ یہ ہے کہ جس کے ساتھ زیادتی کی ہے اس سے اپنی غلطی کی معافی مانگی جائے یہ ضروری نہیں کہ اس بات کی بھی وضاحت کی جائے کہ اس نے اس کے بارے میں کیا کیا کہا ہے اور کیا کچھ زیادتی کی ہے؟ بلکہ آکر مبہم طور پر معاف کرنے والا یوں کہہ دے کہ تم سے جو کچھ بھی غلطی ہوئی میں اسے معاف کرتا ہوں تو یہ بھی کافی ہے کہ ایک ایک غلطی کا شمار کرانا ضروری نہیں۔اگر اللہ کے کسی بندہ کے حق میں زیادتی ہوگئی ہو تو وہ بڑا ہو یا چھوٹا زیادہ باعزت ہو یا کم معزز،عذر خواہی اور عفو خواہی میں تکلیف نہیں کرنا چاہئے کیوں کہ حقوق العباد میں ہونے والی کوتاہیاں اللہ تعالیٰ بھی معاف نہیں کریں گے جب تک کہ خود صاحب معاملہ معاف نہ کردے یہاں تک کہ شہادت اور اللہ کے راستہ میں جان کی سپردگی جیسا عظیم عمل بھی انسان کو انسان کے حق میں ہونے والی کوتاہیوں سے بچا نہیں سکتا اس لئے اس میں شرم و عار کو رکاوٹ نہیں بنانا چاہئے۔

ان گناہوں کے علاوہ جو گناہ ہیں جیسے جھوٹ بولنا یا ایسا ملک جہاں شرعی حدود نافذ نہ ہوتی ہوں میں ایسے کسی جرم کا مرتکب ہونا جس پر خود اللہ کی طرف سے شرعی سزائیں مقرر ہیں جیسے زنا، چوری، کسی مسلمان پاک دامن شخص پر تہمت اندازی، شراب نوشی وغیرہ ان کے لئے بھی خوب گڑگڑا کر توبہ کرنا چاہیے اور یوں بھی استغفار کی کثرت رکھنی چاہئے تاکہ یہ اس کے دانستہ اور نادانستہ گناہوں کا کفارہ بن جائے۔

اخلاص نیت

(جلیل احسن ندوی)

نیت کے مطابق اجر: حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اعمال کا دارومدار صرف نیت پر ہے اور آدمی کو وہی کچھ ملے گا جس کی اس نے نیت کی ہوگی ۔مثلاً جس نے اللہ اور رسول کے لئے ہجرت کی ہوگی واقعی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہوگی ۔اور جس کی ہجرت دنیا حاصل کرنے یا کسی عورت سے شادی کرنے کے لئے ہوگی تو اس کی ہجرت دنیا کے لئے یا عورت کے لئے ہی شمار ہوگی ۔"

حضور ﷺ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ نیک اعمال کا دارومدار نیت پر ہے ۔اگر نیت ٹھیک ہے تو اس کا ثواب ملے گا ورنہ نہیں ملے گا ۔کوئی عمل چاہے وہ دیکھنے میں نیک ہو، اس کا اجر آخرت میں صرف اسی صورت میں ملے گا جب کہ وہ بندہ کی خوشنودی کے لئے کیا گیا ہو ۔اگر اس عمل کا محرک دنیا طلبی ہو، اگر اسے کسی اپنی دنیاوی غرض پوری کرنے کے لئے انجام دیا گیا ہوتو آخرت کے بازار میں اس کی کوئی قیمت نہ لگے گی ۔اس کا یہ عمل وہاں کھوٹا سکہ قرار پائے گا ۔اس حقیقت کو آپ ﷺ نے ہجرت کی مثال دے کر واضح کیا کہ دیکھو ہجرت کتنا بڑا نیکی کا کام ہے ۔لیکن اگر کوئی خدا اور رسول ﷺ کے لئے نہیں بلکہ اپنی دنیاوی غرض پوری کرنے کے لئے ہجرت (ترک وطن) کرتا ہے تو آخرت میں اسے اس عمل کا جو بظاہر بہت بڑی نیکی ہے ، کچھ ثواب نہ ملے گا بلکہ الٹا اس پر فریب دہی کا مقدمہ قائم ہوگا ۔

نیکی کا میعار

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تمہاری شکل وصورت اور تمہارے مال کو نہ دیکھے گا بلکہ تمہارے دلوں کو اور تمہارے اعمال کو دیکھے گا"۔(مسلم)

فاسد نیت کا ثمرہ

حضرت ابوہریرہؓ نے کہا، میں نے حضورﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ:

"قیامت کے دن سب سے پہلے ایک ایسے شخص کے خلاف فیصلہ سنایا جائے گا جس نے شہادت پائی ہوگی۔ اسے خدا کی عدالت میں حاضر کیا جائے گا۔ پھر خدا اسے اپنی سب نعمتیں یاد دلائے گا اور وہ انہیں تسلیم کرے گا۔ تب پوچھے گا "تو نے میری نعمتیں پا کر کیا کام کیے؟۔"

وہ عرض کرے گا کہ "میں نے تیری خوشنودی کی خاطر (تیرے دین سے لڑنے والوں کے خلاف) جنگ کی یہاں تک کہ میں نے اپنی جان دے دی۔

خدا اس سے کہے گا "تو نے یہ بات غلط کہی کہ میری خاطر جنگ کی، تو نے تو صرف اس لئے جنگ کی (جانبازی دکھائی) کہ لوگ تجھے جری اور بہادر کہیں سو دنیا میں تجھے اس کا صلہ مل گیا۔

پھر حکم ہوگا کہ اس "مرد شہید" کو منہ کے بل گھسیٹتے لے جاؤ اور جہنم میں ڈال دو۔ چنانچہ اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

پھر ایک دوسرا شخص خدا کی عدالت میں پیش کیا جائے گا جو دین کا عالم و معلم ہوگا۔ اسے خدا اپنی نعمتیں یاد دلائے گا اور وہ انہیں تسلیم کرے گا۔

تب اس سے کہے گا ان نعمتوں کو پا کر تو نے کیا عمل کیے؟

وہ عرض کرے گا خدایا میں نے تیری خاطر تیرا دین سیکھا اور تیری خاطر دوسروں کو اس کی تعلیم دی اور تیری خاطر قرآن مجید پڑھا۔"

اللہ تعالیٰ فرمائے گا "تم نے جھوٹ کہا، تم نے تو اس لئے علم سیکھا تھا کہ لوگ تمہیں عالم کہیں، اور قرآن اس غرض سے تم نے پڑھا تھا کہ لوگ تمہیں قرآن کا جاننے والا کہیں۔ سو تمہیں دنیا میں اس کا صلہ مل گیا۔

پھر حکم ہوگا کہ اس کو چہرہ کے بل گھسیٹتے ہوئے لے جاؤ اور جہنم میں پھینک دو"۔

چنانچہ اسے گھسیٹتے ہوئے لے جا کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

اور تیسرا آدمی وہ ہوگا جس کو اللہ نے دنیا میں کشادگی بخشی تھی اور ہر قسم کی دولت سے نوازا تھا۔ ایسے شخص کو اللہ کی جناب میں پیش کیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اسے اپنی سب نعمتیں بتائے گا اور وہ ساری نعمتوں کا اقرار کرے گا کہ ہاں یہ سب نعمتیں اسے دی گئی تھیں۔

تب اس سے اس کا ربّ پوچھے گا "میری نعمتوں کو پا کر تو نے کیا کام کئے۔"؟

وہ جواب میں عرض کرے گا جن جن راستوں میں خرچ کرنا تیرے نزدیک پسندیدہ تھا ان سب راستوں میں میں نے تیری خوشنودی کے لئے خرچ کیا"

اللہ تعالیٰ فرمائے گا" جھوٹ کہا، تو نے یہ سارا مال اس لئے لٹایا تھا کہ لوگ مجھے سخی کہیں ، سو یہ لقب دنیا میں مل گیا۔" پھر حکم ہوگا کہ اس کو چہرہ کے بل گھسیٹتے ہوئے لے جاؤ اور آگ میں ڈال دو" چنانچہ اسے لے جا کر آگ میں ڈال دیا جائے گا۔(**صحیح مسلم**)

اوپر کی تینوں روایتیں جس حقیقت کو وضاحت سے سامنے لاتی ہیں وہ یہ ہے کہ آخرت میں کسی نیک کام کی ظاہری شکل پر کوئی انعام نہیں دیا جائے گا۔ وہاں تو صرف وہی کام اجر وثواب کا مستحق ہوگا جس کو خدا کی خوشنودی کے لئے کیا ہوگا۔ بڑے سے بڑا نیکی کا کام اگر اس لئے کیا گیا ہے کہ دوسرے اس سے خوش ہوں یا لوگوں کی نگاہ میں اس کی وقعت بڑھے تو اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں اس کی کوئی وقعت نہیں۔ آخرت کے بازار میں اس کی کوئی قیمت نہیں۔ ایسا عمل اللہ تعالیٰ کے میزان میں کھوٹا بلکہ جعلی سکہ قرار پائے گا۔ نہ ایسا ایمان وہاں کام آئے گا اور نہ ایسی عبادت۔

جب حقیقت یہ ہے اور اس کے حقیقت ہونے میں کوئی شبہ نہیں تو ہمیں دکھاوے اور نام ونمود کے تباہ کن جذبے سے بہت ہوشیار اور چوکنا رہنا ہوگا۔ ورنہ ساری محنت برباد ہوجائے گی۔ اور سرمایہ کی بربادی کا علم وہاں ہوگا جہاں آدمی کوڑی کوڑی کا محتاج ہوگا۔

دُعا کی حقیقت

(پیر خان توحیدی)

دل کی گہرائیوں میں اٹھنے والی پیاس اور حاجت کی صدا جو زبان پر لفظ اور آنکھوں میں آنسو بن جاتی ہے دعا کہلاتی ہے دعا کے لفظی معنی پکارنے مانگنے اور عبادت کرنے کے ہیں دوسری جانب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی درخواست اور حاجت پیش کر کے اور اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگنے کا نام بھی دعا ہے۔ ہر انسان میں رب العالمین نے اپنی ہی روح ڈالی ہے انسان کا یہ سارا حسن یہ ساری خوبصورتی اور خالق کائنات کی روح کا پرتو ہے اور یہ اسی روح کا فیض ہے کہ اہل ایمان کے دلوں کا سکون اور ٹھنڈک ملتی ہے ان کی زبانوں پر ہم وقت اپنے پالنے والے رب کی حمد و ثناء جاری رہتی ہے اور وہ ہر معاملے میں صرف اللہ ہی سے رجوع کرتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ ہماری تمام مشکلات کا حل ہمارے رب کے پاس ہی ہے وہ ہم سے بے حد محبت کرتا ہے اُسی نے ہمیں پیدا کیا ہے اور وہ وہی ہمیں زندگی گزارنے کے طریقے بھی بتاتا ہے اس طرح اللہ اور بندے کے درمیان ایک مضبوط تعلق پیدا ہوتا ہے دعا اس تعلق کو مزید مستحکم کرتی ہے دنیا کا سارا نظام اللہ تعالیٰ کے حکم سے چل رہا ہے سب کچھ اُسی کے قبضہ میں ہے اور سب ہی اُسی کے محتاج ہیں اس لئے ہر چھوٹی بڑی ضرورت کے لئے اللہ تعالیٰ سے ہی دعا کرنی چاہیے دعا عبادت کا جوہر ہے اور عبادت کا مستحق تنہا خدا ہے۔

قرآن پاک کا ارشاد ہے کہ اسی کو پکارنا برحق ہے اور یہ لوگ اس کو چھوڑ کر جن ہستیوں کو پکارتے ہیں وہ ان کی دعاؤں کا کوئی جواب نہیں دیتے ان کو پکارنا تو ایسا ہے جیسے کوئی شخص اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف پھیلا کر چاہے کہ پانی (دور ہی سے) اس کے منہ میں آ پہنچے حالانکہ پانی اس تک کبھی بھی نہیں پہنچ سکتا بس اسی طرح کافروں کی دعائیں بے نتیجہ بھٹک رہی ہیں (الدعا 14)

نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے بندو میں نے اپنے اوپر ظلم حرام کرلیا ہے اور تم بھی ایک دوسرے پر ظلم زیادتی حرام سمجھو میرے بندو تم میں سے ہر ایک گمراہ ہے سوائے اس کے جس کو میں ہدایت دوں پس تم مجھ سے ہدایت طلب کرو میں تمہیں ہدایت دونگا میرے بندو تم میں سے ہر ایک بھوکا ہے سوائے اس کے جس کو میں کھلاؤں پس تم مجھ ہی سے روزی طلب کرو میں تمہیں روزی دونگا۔ میرے بندو تم میں سے ہر ایک ننگا ہے سوائے اس کے جس کو میں پہناؤں پس تم مجھ ہی سے لباس مونگو میں تمہیں پہناؤ گا میرے بندو تم رات میں بھی گناہ کرتے ہو اور دن میں بھی اور میں ہی سارے گناہ معاف کرونگا (صحیح مسلم) اور آپ یہ بھی فرمایا کہ آدمی کو اپنی ساری حاجتیں خدا ہی سے مانگنی چاہئیں یہاں تک کہ اگر جوتی کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے تو خدا سے مانگو اور اگر نمک کی ضرورت پڑ جائے تو وہ بھی خدا سے مانگو (ترمذی)

دعا مانگنا عاجزی اور انکساری کا اظہار ہے اور دعا نہ مانگنا تکبر اور غرور کی علامت ہے دعا مانگنے سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی روا نہیں جو بندوں کی پکار سنے اور دعاؤں کو قبول فرمائے اس لئے اسی کے سامنے ہاتھ پھیلانا چاہئے اور اسی سے مانگنا چاہئے جو شخص اللہ سے دعائیں نہیں مانگتا وہ سمجھتا ہے کہ وہ کسی کا محتاج نہیں اور نہ ہی کسی کا ضرورت مند ہے حالانکہ دنیا میں ہر انسان اپنے پیدا کرنے والے خدا کا ہر وقت محتاج ہے جبکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز سے بے نیاز ہے اس لئے تکبر کرنے والا اور دعا نہ مانگنے والا اللہ تعالیٰ کی نظر میں ناپسندیدہ قرار پاتا ہے اس لئے دعا مانگنے میں کبھی بھی غفلت نہیں کرنی چاہئے۔

اس موجودہ دور میں جبکہ لوگ دین سے دور ہوتے جارہے ہیں شیطانی طاقتیں ہر سو پھیلتی جارہی ہیں لوگوں میں بے چینی بڑھتی چلی جارہی ہے بے یقینی کی فضائے انہیں مضطرب اور بے قرار کر رکھا ہے دنیا والی خواہشات نے حلال اور حرام میں فرق کرنا ختم کر دیا ہے اس لئے ہمارے کچھ بزرگوں اور دوستوں کو یہ شکوہ ہے کہ ہم دعا مانگ مانگ کر تھک گئے ہیں لیکن دعا قبول نہیں ہوتی یہ سخت نادانی کی بات ہے اس انداز سے سوچنا ٹھیک نہیں ایسی باتیں اور ایسے شکوے

کرنے کا مطلب تو یہ ہے کہ انہیں اللہ کے وعدے پر یقین نہیں ارشاد ربانی ہے مجھ سے مانگو میں تمہاری ہر بات سنتا ہوں تمہاری ہر دعا قبول کرتا ہوں جب خالق کائنات خود یہ ارشاد فرماتا ہے تو کیسے ممکن ہے یہ وہ ہماری بات نہ سنے اور ہماری دعا قبول نہ فرمائے یقیناً وہ ہماری ہر بات سنتا ہے اور ہر دعا قبول فرماتا ہے اس کے دربار سے کوئی بھی دعا رد نہیں ہوتی مگر مانگنے کے بھی کچھ اصول اور طریقے ہوتے ہیں۔

1۔ پہلا طریقہ یہ ہے کہ ادھر بندے نے اپنے رب کے حضور دعا مانگنے کے لئے ہاتھ اٹھائے اور اُدھر اس نے ان اٹھے ہوئے ہاتھوں کی لاج رکھ لی اور مذکورہ دعا قبولیت کے درجہ پر پہنچ گئی مگر یہاں پر بھی بندے کی روایتی لالچ اور بشری حرص سامنے آتی ہے اور بندہ اس کے قبول ہونے پر بھی ہاتھ ملتا ہے اور کہتا ہے کہ کاش میں کچھ اور مانگ لیتا کیونکہ وہ قبولیت کی گھڑی تھی ۔اس لئے کہا جاتا ہے کہ جب بھی اللہ سے مانگو تو سوچ سمجھ کر مانگو ورنہ اس پر چھوڑ دو کیونکہ وہ خوب جانتا ہے کہ ہمارے لئے کون سی چیز بہتر ہے۔

2۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ رب العزت دعا مانگنے والے پر فضل فرماتا ہے اور اس کے دعا کو کسی آنے والے خطرہ ،مصیبت یا پریشانی کے لئے ڈھال بنا دیتا ہے ہمیں پتا بھی نہیں ہوتا کہ یہ ہماری دعا ہی کا ثمر ہے جس کی قبولیت کا ہمیں اندازہ نہیں ہوتا اور ہم انجانے میں اپنے رب سے شکوے شکایت کرتے رہتے ہیں۔

3۔ دعا کی قبولیت کا تیسرا طریقہ یہ ہے کہ ہماری دعا بارگاہ الٰہی میں قبول کرلی جاتی ہے مگر اسے ہمارا خالق آخرت کیلئے ذخیرہ کرلیتا ہے اس کا اندازہ روز محشر اس وقت ہوگا جب اللہ کا دربار لگے گا اور میزان قائم کی جائے گی بندہ کہے گا اے میرے مالک میں نے تو دنیا میں اتنی نیکیاں نہیں کی تھیں کہ میرا نیکیاں کا پلڑہ نیچے آتا ۔ارشاد ہوگا کہ ہم نے اس میں تیری وہ ساری دعائیں شامل کردی ہیں جن کو تمہارے لئے آخرت کا ذخیرہ کرلیا تھا بندہ سجدے میں گر جائے گا اور کہے گا کاش میری کوئی بھی دعا قبول نہ کی ہوتی اور آج اس کا مجھے اتنا بڑا اجر ملتا۔

دعا کے آداب

1۔ دعا صرف خدا سے مانگئے کیونکہ حاجت روائی اور کارسازی کے سارے اختیارات خدا کے ہاتھ میں ہیں اس کے سوا کوئی نہیں جو بندوں کی پکار سنے اور اُن کی دعاؤں کا جواب دے۔

2۔ دعا میں وہی کچھ مانگئے جو حلال اور طیب ہونا جائز اور گناہ کے کاموں کیلئے خدا کے حضور ہاتھ پھیلانا انتہائی درجے کی بے ادبی اور بے حیائی اور گستاخی ہے حرام اور نا جائز مرادوں کے پورا ہونے کیلئے خدا سے دعائیں کرنا اور منتیں ماننا دین کے ساتھ بدترین قسم کا مذاق ہے اسی طرح اُن باتوں کیلئے بھی دعا نہ مانگئے جو خدا نے ازلی طور پر طے فرمادی ہیں اور جن میں تبدیلی ہیں۔

3۔ دعا گہرے اخلاص اور پاکیزہ نیت سے مانگئے اور اس یقین کے ساتھ مانگئے کہ جس ذات سے آپ مانگ رہے ہیں وہ آپ کے حالات کا پورا پورا علم رکھتا ہے اور وہی اپنے بندوں کی پکار سنتا اور دعائیں قبول کرتا ہے نمود و نمائش ریا کاری اور شرک سے اپنی دعاؤں کے بے امیز رکھئے۔

4۔ دعا پوری توجہ یک سوئی اور رقت قلب سے مانگئے اور خدا سے اچھی امیدیں رکھئے اپنے گناہوں کے انبار پر نگاہ رکھنے کے بجائے خدا کے بے پایاں عفوو درگزر بے حد جود و سخا اور وسیع رحمت پر نظر رکھیئے لاپروائی اور لاا وبالی پن کے ساتھ محض نوک زبان سے نکلی ہوئی دعاؤں کو خدا قبول نہیں کرتا۔

5۔ دعا انتہائی عاجزی خشوع و خضوع کے ساتھ مانگیئے کہ آپ کا دل خدا کی ہیبت اور عظمت وجلال سے لرز رہا ہو اور جسم کی ظاہری حالت پر بھی خدا کا خوف پوری طرح ظاہر ہو سر اور نگائیں جھکی ہوئی ہوں آواز پست ہو آنکھیں نم ہوں مسکینی اور بے بسی ظاہر ہو رہی ہو۔

-*-

6۔ دعا چپکے چپکے اور دھیمی آواز میں مانگئے خدا کے حضور خوب گڑ گڑائیں لیکن اس گریہ وزاری کی نمائش ہرگز نہ کیجئے۔

7۔ دعا کرنے سے پہلے کوئی نیک عمل ضرور کیجئے مثلاً نفلی نماز اور روزوں کا اہتمام کیجئے صدقہ خیرات کیجئے کسی بھوکے کو کھانا کھلا دیجئے۔

8۔ اپنے کسی نیک عمل کا واسطہ دے کر دعا کیجئے جو آپ نے پورے اخلاص کے ساتھ صرف خدا کی رضا کے لئے کیا ہو۔

9۔ اپنی ہدایت اور سراط مستقیم پر ثابت قدم رہنے کی دعا کیجئے اگر ہدایت نصیب ہو گئی تو پھر سب کچھ مل جائے گا۔

10۔ برابر دعا کرتے رہیئے کیونکہ خدا نے خود دعا کرنے کا حکم دیا ہے دعا کرنے سے ہرگز نہ اکتایئے دعا کا قبول کرنا یا نہ کرنا خدا کا کام ہے جو علیم اور حکیم ہے بندے کا کام صرف دعا ہے۔

11۔ دوسروں کے لئے بھی دعا کیجئے لیکن ہمیشہ اپنی ذات سے شروع کیجئے۔

12۔ دعا میں تنگ نظری خود غرضی اور قافیہ بندی سے پرہیز کیجئے سادہ الفاظ میں خوب گڑ گڑا کر دعا کیجئے۔

13۔ اللہ سے یہ بھی دعا کریں کہ میرے مالک تیرے نبی ﷺ نے تجھ سے جو خیر کی دعائیں مانگی ہیں اُن میں مجھے بھی شامل فرما اور جن شرور سے تیرے نبی ﷺ نے پناہ مانگی ہے ان سے مجھے بھی پناہ عطا فرما۔

14۔ درود شریف دعا کی قبولیت کا ذریعہ ہے لہذا ہر دعا کے شروع اور آخر میں درود شریف پڑھنا نہ بھولیئے۔

حضرت سہل بن عبداللہ تستریؒ

(مرسلہ:ایم طالب گوجرانوالا)

آپ کا مقام صوفیائے کرام میں بہت بلند ہے آپ ہمیشہ فاقہ کشی کے عالم میں شب بیداری کرتے رہے۔ یہ تمام چیزیں عہد طفولیت ہی سے آپ کے حصہ میں آئی تھیں۔

ایک دفعہ آپ کوفہ پہنچے تو نفس نے تقاضا کیا کہ آپ مجھے مچھلی اور روٹی کھلا دیں تو میں مکہ معظّمہ تک کچھ نہیں مانگوں گا۔ چنانچہ آپ نے ایک جگہ دیکھا کہ ایک اونٹ چکی سے بندھا ہوا چکی چلا رہا ہے۔ آپ نے چکی کے مالک سے پوچھا کہ دن بھر کی محنت کے بعد تم اونٹ والے کو کیا دیتے ہو۔ اس نے کہا کہ دو دینار دیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا اسے کھول دو اور اس کی جگہ مجھے باندھ دو میں چکی چلاؤں گا دن بھر کے بعد بجائے دو کے مجھے ایک دینار دے دینا۔ جب شام کو ایک دینار مل گیا تو آپ نے مچھلی روٹی کھا کر نفس سے کہا کہ جس وقت بھی تو مجھ سے بھوک کی شکایت کرے گا تو اس طرح محنت کرنا پڑے گی۔ پھر مکہ مکرمہ پہنچ کر حج کیا اور حضرت ذوالنون سے بیعت ہو کر تستر واپس آ گئے۔

نہ تو آپ کبھی دیوار سے ٹیک لگاتے، نہ پاؤں پھیلاتے اور نہ کبھی کسی کے سوال کا جواب دیتے۔ اچانک ایک دفعہ دیوار سے پشت لگا کر پاؤں پھیلائے ہوئے لوگوں سے فرمایا کہ آج جو کچھ پوچھنا ہے مجھ سے پوچھو اور جب لوگوں نے عرض کیا کہ آج یہ کیا عجیب ماجرا ہے تو فرمایا کہ جب تک پیر و مرشد حیات تھے ان کے ادب میں یہ سب کچھ کیا کہ نہ تو دیوار سے ٹیک لگائی اور نہ پاؤں پھیلائے اور نہ ہی کسی کے سوال کا جواب دیا۔ لوگوں نے جب یہ سنا تو تاریخ اور وقت نوٹ کر لیا اور معلومات کے بعد پتہ چلا کہ ٹھیک اس وقت ہی حضرت ذوالنون کا انتقال ہوا تھا۔ ارشادات: آپ نے فرمایا کہ پیٹ بھر کر کھانے سے خواہشات نفسانی اپنے عروج پر پہنچ جاتی ہیں اور نفس اپنی مرادیں طلب کرنے لگ جاتا ہے۔ فرمایا کہ حلال رزق سے محروم خلوت نشینی کے

لئے سودمند نہیں ہوسکتی اور حلال رزق اسی کو ملتا ہے جس کو خدا چاہے ۔فرمایا کہ فاقہ کشی کے بغیر عبادت قبولیت سے محروم رہتی ہے ۔

فرمایا کہ جس نے نفس پر قبضہ کرلیا وہ پورے عالم پر قابض ہوگیا ۔فرمایا کہ موافقت نفس صدیقین کا پہلا گناہ ہے کیونکہ مخالفت نفس سے بہتر کوئی عبادت نہیں ہے اور جس نے نفس کو پہچان لیا اس نے خدا کو پہنچان لیا اور اس نے ہر شے حاصل کر لی ہے ۔فرمایا کہ نفس کو پس پشت ڈال دینے کا نام پرہیز گاری ہے اور اتباع نفس کرنے والا ایسا ہے جیسے کوئی خدا کے دشمن کو دوست رکھے ۔

(اقتباس از تذکرۃ الاولیاء)

دُعائے مغفرت

ملتان کے بھائی عبدالوحید کے والد صاحب

اور بھائی محمد انور کھیڑا کی والدہ صاحبہ

گوجرانوالہ کے بھائی حاجی محمد بشیر صاحب کی ہمشیرہ

اور بھائی محمد ریاض شاہ صاحب کی بیگم

بقضائے الٰہی وفات پا گئے ہیں ان للہ و انا الیہ راجعون

تمام بھائی مرحومین کی مغفرت کیلئے دعا فرمائیں

شجرہ خاندان عالیہ توحیدیہ (اضافہ شدہ)

<table>
<tr><td>خداوند بسّرِ اسمِ اعظم</td><td></td><td>باسماء وصفاتِ ذاتِ اکرم</td></tr>
<tr><td colspan="3">اے خدا اسم اعظم کے رازوں کے صدقے ذات اکرم کی صفات اور اسماء کے صدقے</td></tr>
<tr><td>بحقِ سید وسردارِ آدم</td><td></td><td>محمد ﷺ مصطفےٰ فخرِ دوعالم</td></tr>
<tr><td colspan="3">انسانوں کے سردار اور دونوں جہانوں کے فخر حضرت محمد ﷺ کے صدقے</td></tr>
<tr><td>بحقِ حضرتِ صدیقِ اکبرؓ</td><td></td><td>رفیق ویار وھمرازِ پیمبر ﷺ</td></tr>
<tr><td colspan="3">حضرت صدیق اکبرؓ رسول پاک ﷺ کے ہمراز دوست اور رفیق کے صدقے</td></tr>
<tr><td>بسرِّ خواجۂ سلمانِ قاسم</td><td></td><td>بعِزّ جعفر اے قدّوسِ قائم</td></tr>
<tr><td colspan="3">اے قدوس وقائم حضرت سلمان اور قاسم کے صدقے اور حضرت جعفر کے صدقے</td></tr>
<tr><td>بحقِ بایزید وپیرِ خرقان</td><td></td><td>امام وپیشوائے اھلِ عرفان</td></tr>
<tr><td colspan="3">حضرت بایزید اور پیر خرقان کے طفیل جو اہل عرفان کے امام اور پیشوا ہیں</td></tr>
<tr><td>بمولانا ابو القاسم خدایا</td><td></td><td>بخواجہ بو علی اے ربِّ اعلیٰ</td></tr>
<tr><td colspan="3">اے خدا مولانا ابو القاسم کے صدقے اے رب اعلیٰ خواجہ بوعلی کے صدقے</td></tr>
<tr><td>باسرارِ ابو یوسف کہ دانی</td><td></td><td>بسوزِ عبدِخالق غجدوانی</td></tr>
<tr><td colspan="3">حضرت ابو یوسف کے رازوں کے طفیل جنھیں تو جانتا ہے اور حضرت عبدالخالق غجدوانی کے سوز کے صدقے</td></tr>
<tr><td>بحق خواجہ عارف خواجہ محمود</td><td></td><td>کہ از عشق تو یک دم مے نیاسود</td></tr>
<tr><td colspan="3">خواجہ عارف خواجہ محمود کے طفیل کہ جو تیرے عشق میں ایک پل بھی چین سے نہ بیٹھتے تھے</td></tr>
<tr><td>بحق آن علی رامتینی</td><td></td><td>عزیزِ آسمانی وزمینی</td></tr>
<tr><td colspan="3">حضرت علی رامتینی کے طفیل جو زمین وآسمان کے عزیز تھے</td></tr>
<tr><td>بحقِ حضرتِ بابا سماسی</td><td></td><td>فروغِ شمعِ راہِ حق شناسی</td></tr>
<tr><td colspan="3">حضرت باباسماسی کے صدقے کہ جو حق شناسی کے راستے پر شمع روشن کرنے والے ہیں</td></tr>
</table>

<table>
<tr><td>بآں سیّد کہ اومیرِ کلال است</td><td></td><td>امیر و سیدِ اربابِ حال است</td></tr>
<tr><td colspan="3">اس سید کے طفیل کہ جومیر کلال ہیں اور جو ارباب حال کے امیر وسید ہیں</td></tr>
<tr><td>بہ قطبِ آسمانِ ارجمندی</td><td></td><td>بہاء الدین بخاری نقشبندی</td></tr>
<tr><td colspan="3">آسمان عزت کے قطب بہاؤ الدین بخاری نقشبندی کے طفیل</td></tr>
<tr><td>بآں خواجہ علاء الدینِ عطّار</td><td></td><td>بہ یعقوب وعبیداللہِ احرار</td></tr>
<tr><td colspan="3">خواجہ علاؤ الدین عطار کے صدقے حضرت یعقوب اور عبیداللہ احرار کے صدقے</td></tr>
<tr><td>بہ مولانا محمد زاھدِتو</td><td></td><td>فقیر و عاشقِ تو شاھدِ تو</td></tr>
<tr><td colspan="3">مولانا محمد زاہد کے صدقے کہ جوتیرے فقیر عاشق اور شاہد ہیں</td></tr>
<tr><td>خداوندا بحقِ خواجہ درویش</td><td></td><td>مرادِ خواجہ و امیدِ دل ریش</td></tr>
<tr><td colspan="3">اے خداوند حضرت خواجہ درویش کے صدقے جو مرشد کی مراد اور زخمی دل کی امید ہیں</td></tr>
<tr><td>بہ ذوق وشوق آں سرشارِ سرمست</td><td></td><td>کہ نامش خواجۂ امکنگی ھست</td></tr>
<tr><td colspan="3">عشق الٰہی سے سرشار اور سرمست خواجہ امکنگی کے ذوق شوق کے صدقے</td></tr>
<tr><td>خداوندا بحقِ باقی باللہ</td><td></td><td>فنا ازماسویٰ وباقی باللہ</td></tr>
<tr><td colspan="3">اے خدا باقی باللہ کے صدقے جو ماسوی اللہ کیلئے فانی اور اللہ کے ساتھ باقی ہیں</td></tr>
<tr><td>بہ شیخ احمد مجدّد الفِ ثانی</td><td></td><td>مرادِ لامکانی ومکانی</td></tr>
<tr><td colspan="3">شیخ احمد حضرت مجدد الف ثانی کے صدقے کہ جو مکان ولامکاں میں رہنے والوں کی مراد ہیں</td></tr>
<tr><td>خداوندا بحقِ خواجہ معصوم</td><td></td><td>بحقِ خواجہ سیف اللین مخلوم</td></tr>
<tr><td colspan="3">اے خداوند حضرت خواجہ معصوم کے صدقے اور حضرت سیف الدین مخدوم کے صدقے</td></tr>
<tr><td>بحق ھادیانِ دینِ احمد ﷺ</td><td></td><td>محمد محسن و نورِ محمد</td></tr>
<tr><td colspan="3">دین محمد کی ہدایت کرنے والے محمد محسن اور نور محمد کے صدقے</td></tr>
<tr><td>بہ مرزا جانِ جانانِ جانِ معنی</td><td></td><td>کہ جانِ معنی وایمانِ معنی</td></tr>
</table>

مرزا جان جاناں کے صدقے کہ جو معنی کی جان اور معنی کی حقیقت ہیں

به غین ولام والف ومیم علی شاه　　برائے بوسعید آں هادیِ راه

حضرت غلام علی شاہ کے صدقے اور بوسعید کے صدقے کہ جو دینِ حق کی ہدایت کرتے تھے

بآں احمد سعیدِ غرقۂ نور　　بحقِ آں محمد دوست مشهور

احمد سعید کے صدقے کہ جو نور میں ڈوبے ہوئے تھے اور محمد دوست مشہور کے صدقے

به فضلِ تو که باعبد الکریم است　　تو ذوالفضلی وفضلِ تو عظیم است

تیرے اس فضل کے طفیل جو عبدالکریم کے ساتھ ہے تو صاحبِ فضل ہے اور تیرا فضل عظیم ہے

به مولانا کریم الدین احمد　　که مثلش کم بود در دینِ احمد

مولانا کریم الدین احمد کے صدقے کہ دینِ محمد ﷺ میں ان جیسے بزرگ کم ہی تھے

به آں عبدالحکیم انصاریِ تو　　که می نازد به قرب و یاریِ تو

حضرت خواجہ عبدالحکیم کے صدقے کہ جو تیرے قرب اور یاری پر ناز کرتے ہیں

به لطفِ تو که باعبدالستار است　　به مهرِ تو که باصدیق ڈار است

تیرے لطف کے صدقے کہ جو عبدالستار کے ساتھ ہے اور تیرے کرم کے ساتھ جو محمد صدیق ڈار کے ساتھ ہے

به قولِ شیخِ آں یعقوب عارف　　بَوَد در سلسله جانِ معارف

اس یعقوب کے صدقے جو شیخ کے بقول عارف ہے اور سلسلہ کیلئے جانِ معارف ہے

به بخشا بر منِ درویش و مسکین　　اغثنی یا غیاث المستغیثین

تو مجھ درویش اور مسکین کو معاف فرما میری سن لے اے فریاد کرنے والوں کی فریاد رسی کرنے والے

نمی گویم که ایں ده یا تو آں ده　　هر آنچه نزدِ تو بهتر همان ده

اے خدا میں یہ نہیں کہتا کہ تو یہ دے یا وہ دے ہر وہ چیز جو میرے حق میں بہتر سمجھتا ہے مجھے عطا کر

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شہرہ آفاق تصانیف

قرون اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال وانحطاط کی وجوہات، اسلامی تصوّف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے ادوار، ایمان محکم کس طرح پید ہوتا ہے؟ عالم روحانی کی تشریح، جنت، دوزخ کا محل وقوع اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق وآداب کے اسرار ورموز اور نفسیاتی اثرات، امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے واضح لائحہ عمل۔
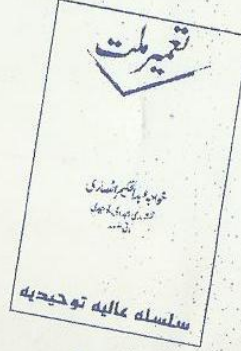
کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے آمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔
سلوک وتصوف میں ذاتی تجربات، مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔
زوال اُمت میں اُمراء، علماء، صوفیاء کا کردار۔ علماء اور صوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔
تصوف خفتہ اور بیدار کے اثرات اور تصوّف کے انسانی زندگی پر اثرات۔
سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔

یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہئے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ فقیری کا مکمل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کر دیا ہے۔ اس میں وہ تمام اوراد اذکار اور اعمال واشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کر دیئے ہیں جس پر عمل کر کے ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبّت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کر سکتا ہے۔

وحدت الوجود کے موضوع پر یہ مختصر سی کتاب نہایت ہی اہم دستاویز ہے۔
مصنفؒ نے وحدت الوجود کی کیفیت اور روحانی مشاہدات کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان زبان میں بیان کر دیا ہے۔ آپ نے جن دیگر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں:۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشہود، انسان کی بقاء اور ترقی کیلئے دین کی اہمیت اور ناگزیریت، بنیادی سوال جس نے نظریۂ وحدت الوجود کو جنم دیا اور روحانی سلوک کے دوران بزرگان عظام کو ہو جانے والی غلط فہمیاں۔
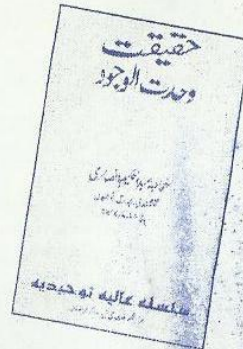
مکتبہ توحیدیہ کی مطبوعات

مقصودِ حیات

مصنّف: محمد صدیق ڈار توحیدی (شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ)

یہ کتاب شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ محمد صدیق ڈار صاحب کے سالانہ خطبات پر مشتمل ہے۔ جو انہوں نے سلسلہ توحیدیہ کے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے۔ اِس میں تصوّف کی تعلیمات کو قرآن کی روشنی میں ثابت کیا گیا ہے۔ اور یہ بتایا گیا ہے کہ تصوّف اسلام اور قرآن سے باہر کی کوئی چیز نہیں بلکہ یہ عین قرآن کے احکامات کا نام ہے اور قر[illegible] طرح کے بندہ مومن کی تصویر پیش کرتا ہے وہ بلاشبہ ایک سچے صوفی کا ہی [illegible] پاک کے حقیقی پیغام کو آسان پیرائے میں سمجھنے کیلئے یہ کتاب سالکان [illegible] نعمت غیر مترقبہ ہے۔
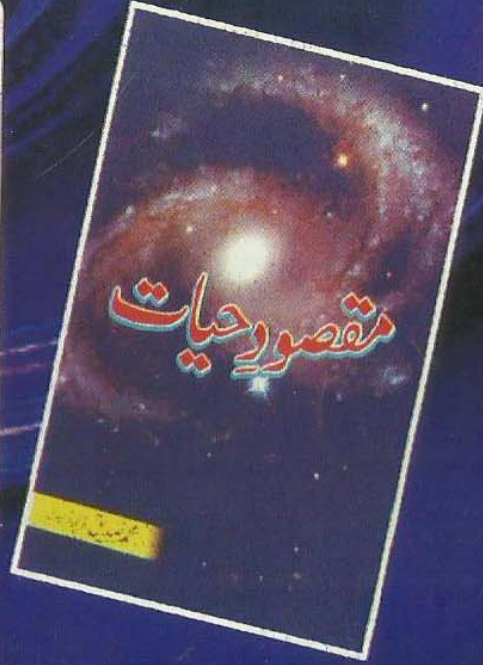
فرموداتِ فقیر

مرتب: میاں علی رضا

بانی سلسلہ عالیہ تو[illegible] الحکیم انصاریؒ اور آپکے دوست اور محسن رسالدار محمد حنیف خانؒ کی سو[illegible] حیات کی[illegible] اس کتاب میں قبلہ انصاری صاحبؒ کی مجالس کا تذکرہ اور اپنے مریدوں کو مختلف اوقات میں لکھے ہوئے خطوط شامل کئے گئے ہیں۔

قبلہ حضرت کی مجالس میں بیان [illegible] چھوٹے چھوٹے واقعات نہایت سبق آموز اور راہ سلوک کے مسافروں کے علاوہ عام قارئین کیلئے بھی یکساں دلچسپی کا باعث ہیں۔ آپکے لکھے ہوئے جوابی خطوط میں بھائیوں کیلئے دینی و دنیاوی اور روحانی مشکلات کے حل کا سامان موجود ہے۔ نہ صرف اِن کیلئے جن کو یہ خطوط لکھے گئے بلکہ اب بھی ہر پڑھنے والے کیلئے فائدے کا سبب ہیں۔
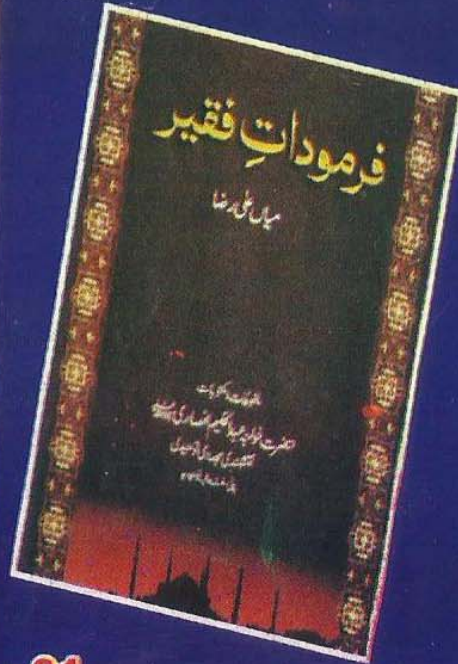
Reg: CPL - 01
Website www.tauheediyah.com